ڈائری کا راز

ایک
ہیبت ناک
اور
حیرت انگیز
ناول

rekhta

ڈائری کا راز

انشاء

فرانتیوچ

مترجم

رئیس احمد جعفری

ناشر

آئینہ ادب۔ حضرت گنج۔ لکھنؤ

قیمت

چار روپے پچاس پیسے

ناشر

آئینہ ادب

حضرت گنج، لکھنؤ

تنویر پریس لکھنؤ

(۱)

پیلے شمالی آسمان سے چاند کی ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی۔ دو کشتیاں جھیل پر آہستہ آہستہ تیرتی جا رہی تھیں۔

لینن پہلی کشتی کے پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نظر جما کر وہ دور کے ساحل کی سفید جھلک دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر جھیل کے اُس پار سبزہ زار میں اُنھیں امن اور سکون مل گیا تو وہ اپنی نیلی نوٹ بک کو منگوا کر ایک بہت ہی اہم کتابچہ جو مدت سے ان کے ذہن میں بیٹھا ہوا ہے مکمل کر لیں گے۔

انھوں نے دور کی سفید جھلک کو غور سے دیکھا اور پھر سوچا کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ آنکھ بند کر لی جائے تو بھی کچھ ہرج نہ ہوگا۔ ایسا خیال انھیں پہلے نہیں آیا تھا۔ آنکھیں بند کرنے پر انھیں صرف چپو کے آنکڑے کی گھڑگھڑاہٹ اور پانی کے تھپیڑوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اب جا کر انھیں محسوس ہوا کہ وہ ایک پتوار سے چلنے والی کشتی میں بیٹھے ہیں اور سر پر اتھاہ آسمان ہے جہاں کہر میں گھرا ہوا چاند دھیرے

دھیرے بائیں جانب چل رہا تھا۔

انھیں کئی سال بعد پہلی مرتبہ بہت ہی سکون ملا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مہینوں دوڑتے بھاگتے رہے، ہانپتے ہوئے پہاڑوں پر چڑھے اور اُترے اور بڑی مشکل سے اپنے کو سنبھالا۔ مکان، سڑکیں، شہر ملک اور لوگوں کے ہجوم گذرتے رہے اور الفاظ کا نہ ختم ہونے والا سیلاب بہتا رہا۔ بھانت بھانت کی آوازوں کے شور کے ساتھ اُلو کاناپھوسی کی گرم دلدوز آوازوں کے ساتھ روسی اور غیر ملکی زبانوں میں، حکمت و فلسفہ کی باتیں اور سادی سادی باتیں، بے رنگی کے الفاظ اور متین الفاظ، ایسے الفاظ جو قیمتی تھے اور ایسے بھی جو قابلِ نفرت تھے۔ یہ سب ان کے ذہن میں آتے، ہیجان پیدا کرتے رہے اور اس طرح چوٹیں لگاتے رہے جیسے کسی دوڑنے والے کو ہوا کے تھپیڑے لگتے ہیں، اور اب وہ دفعتاً رک گئے اور اپنے کو پیلے آسمان کے نیچے اور کالے رنگ کے پانی کے اوپر ایک کشتی میں چلتا ہوا پایا بھنبھناتے ہوئے الفاظ اور تیزی سے گذرتے ہوئے چہرے گذر گئے اور ناقابلِ حل مسائل کی مسلسل ضربیں جو دماغ پر پڑ رہی تھیں وہ موقوف ہو گئیں۔ چپو کے آنکڑوں کی آوازیں مدھم تھیں اور پانی کی غرغراہٹ بھی دھیمی تھی۔

اب ساحل قریب آ رہا تھا۔ اگر کشتی پر رائفل کی گولیوں کی باڑھ پڑ جائے تو یہ بات بالکل خلاف توقع نہ ہو۔ ایک درجن آدمی جو لینن

کی نقل و حرکت سے واقف تھے اگر ان میں سے ایک نے بھی کچھ کر دیا ہوتا یا رازداری کے اصول کی خلاف ورزی کی ہوتی تو نوجی کا مجھ کے کیڈٹ یا کاسیک تاک میں بیٹھ جاتے، ہر درخت کے پیچھے ایک ایک۔ لینن کو یاد آیا کہ انہوں نے پچھلے اتوار کو تاریدا محل کے قریب ایک کاسیک کا چہرہ دیکھا تھا، گونگا، بہرا، بے آنکھ کا چہرہ جو اس کی برجیس کی دھاریوں کی طرح سُرخ تھا۔ اور لینن کو خیال گزرا کہ یہی کاسیک ساحل پر ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہے اور اس کی چُندھی آنکھیں اپنے نشانے کے سوا اور کچھ نہیں دیکھ سکتیں۔

لینن کو بالکل خوف محسوس نہ ہوا اور ایسا لگا کہ درحقیقت ولیانو کی زندگی انھیں بہت زیادہ عزیز نہیں ہے۔ اولیانوف ۴۷ سال ہوئے پیدا ہوئے تھے، ڈھیروں کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور ہزاروں تختے کاغذ کے سیاہ کر ڈالے تھے۔ وہ بہت تھک گئے تھے اور بے خوابی اور دردِ سر میں مبتلا تھے۔ فوری اور بلا تکلیف کی موت کے تصور سے اُنہیں بالکل خوف نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ وہ ایسا شخص تھا جسے بچپن ہی سے خوب اچھی طرح جان لیا تھا کہ وہ غیر فانی فطرت کا ایک ذرہ فانی ہے لیکن روس کی سب سے بڑی انقلابی پارٹی کے لیڈر لینن کی جان ایسی ہے جس کی حفاظت کرنا ہر قیمت پر ضروری ہے۔

ظاہر بات ہے کہ انقلاب کو اس کی ضرورت تھی کہ وہ زندہ رہیں اگرچہ ان کے دشمن ان کی موت کے خواہاں تھے۔ چنانچہ قدرتاً

انقلاب کی طویل تیاری کے دوران میں وہ خود بھی اس کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ انھوں نے لندن کی بہت سی سڑکوں کے چکر کاٹے تھے، پہاڑی راستوں کو طے کیا تھا، یورپ کے دریاؤں اور جھیلوں میں انہوں نے گھنٹوں پیراکی کی تھی، برف پر چلے تھے اور بائیسکل پر بھی۔ یہ سب انقلاب کی خاطر تاکہ جب وقت انقلاب کا وقت آئے تو وہ جسمانی طور پر ضعف سے نڈھال نہ ہو جائیں بلکہ جب کام کے لئے بگل بج جائے تو وہ اس بوجھ کو سنبھالنے کے لئے مستعد ہوں۔ تاہم انہوں نے خود اپنی ذات کا خیال بہت کم کیا تھا اور حال ہی میں تین ماہ ہوئے جب وہ دس سال جلاوطنی کے بعد پیٹروگراڈ واپس آئے تھے تو انھوں نے پورے طور پر اس کا احساس کیا تھا کہ ان واقعات میں ان کا کتنا زبردست حصہ ہے۔

انھیں فنلینڈ کے سفر کا جو اُن کی سنسنی خیز اور جرأت آمیز روس کی واپسی کی آخری منزل تھی، مضحکہ خیز بد اعتقادی کے ساتھ ایسے خیال آرہا تھا جیسے کوئی ماقبل تاریخ کا واقعہ ذہن میں آتا ہے۔ اسی کے ساتھ انھیں اور اُن کی بیوی کو یہ تشویش تھی کہ اگر ریل پیٹروگراڈ رات کو پہنچی، تو وہ شپرد کایا اسٹریٹ میں الی نشنا کے مکان تک کیسے پہنچیں گے اور آیا اتنی رات گئے پھر انھیں فنلینڈ کے اسٹیشن پر خاص کر ایسٹر کے دن کوئی گھوڑا گاڑی مل سکے گی؟ جب انہوں نے دیکھا کہ پلیٹ فارم پر بحری فوج کے سپاہی سلامی دینے کے لئے

کھڑے ہیں اور اُن سے تکنے کے لئے ایک جمِ غفیر جمع ہے، مسلح ٹینک اسٹیشن کے شاہی پھاٹک پر کھڑے ہیں، فوجی سرچ لائٹ سُرخ جھنڈوں اور لال پھریروں پر جن پر "خوش آمدید لینن" لکھا تھا پڑ رہی ہے تو اُس وقت انھیں اندازہ ہوا کہ ملک کے باہر رہ کر انہوں نے انقلاب کی ہمہ گیری کو کتنا کم سمجھا تھا اور ان کی جلاوطنی کے دوران میں محض ضابطہ کی کارروائیوں سے جن کا ظاہری اثر مطلق نہ تھا کتنا کام ہو چکا تھا۔ یہ بہت ہی تھکا دینے والا کام تھا جو بعض اوقات بالکل حقیر معلوم ہوتا تھا۔ شہنشاہی کے دیو پیکر جسم پر محض ایک چیونٹی کے کاٹنے کی خراش جیسا۔ پیٹروگراڈ میں اس خاموش ضابطہ کے کام کی نمائندہ شخصیت واضح طور پر چو گورین تھا۔ جنھیں پیرس کے قریب لانگ جومو کے پارٹی اسکول میں تربیت دی گئی تھی۔ اس بھیڑ میں لینن کی نظر اُن پر پڑی۔ چو گورین کا چہرہ آنسوؤں سے تربتر تھا۔

ایک مسلح ٹینک کی چھت پر چڑھ کر لینن نے اپنے سامنے ٹوپیوں کا ایک مواج سمندر دیکھا۔ انھیں خود اپنی غیر ملکی کالی باولر ہیٹ سے پریشانی ہوئی۔ کارکنوں کے بے پناہ مجمع میں یہ ٹوپی ذرا بے موقع معلوم ہوئی۔ انہوں نے یہ ٹوپی اس طرح اتاری جیسے اسے اب کبھی نہ پہنیں گے اور اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لی۔ بعد کو اسے ڈرائیور کے پاس کی نشست پر رکھ دیا۔ ڈرائیور مسلح ٹینکوں کی

بٹالین کا ایک سپاہی تھا۔ جب مسلح ٹینک پیٹروگراڈ کی سڑک پر چلی جس کے پیچھے پیچھے ہزاروں کا مجمع چل رہا تھا تو انہیں یاد آیا کہ گھوڑا گاڑی کے متعلق انھیں کتنی تشویش تھی اور انھیں رنج کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ اب شاید کبھی وہ گھوڑا گاڑی پر سوار نہ ہو سکیں گے اور یہ کہ اب وہ کبھی "نجی شخص" نہ رہ سکیں گے۔ بلکہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ یا تو وہ انقلابی روس کی قیادت کریں یا جان دے دیں۔ اُن دنوں جتنا ہیجان اور جوش و خروش تھا اس کے باوجود یہ خیال کبھی کبھی ان کے دماغ میں آتا رہا۔

ان لمحات میں انھیں اوڈیسی کی معنی خیز حکایت بھی یاد آ گئی۔ اپنے وطنِ مالوف اِتھاکا واپس آنے کی کوشش میں آدھی عمر صرف کرنے کے بعد جب اوڈی سیوس اس کے ساحل پر پہنچا تو اُسے پہچان نہ سکا۔ لینن نے اپنے اِتھاکا کو تو فوراً پہچان لیا لیکن انہیں فوراً اس کا احساس نہیں ہوا کہ اس کے اوڈی سیوس وہ خود ہیں۔

لیکن انہیں دنوں میں انھیں اس کا بھی احساس ہو گیا۔ انھیں یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ غیر معمولی احساس کے ساتھ انقلاب کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہیں، اس کے مد و جزر کو اور اس کی اندرونی لہروں کو محسوس کر سکتے ہیں، اُن کا احساس پہلے کبھی اتنا اجاگر نہیں ہوا تھا اور نہ انہوں نے اتنی وضاحت سے ان چشموں کو دیکھا تھا جن سے لوگ اور جماعتیں اور جلسے اور انجمنیں حرکت میں آتی ہیں اور کبھی

پہلے انہیں آسانی کے ساتھ یہ محسوس ہوا تھا کہ واقعی اہم امور اور معمولی اہمیت کے امور میں کیا فرق ہے۔

اس وقت اُنھوں نے اپنی پارٹی کے رفقاء کو بغور دیکھا اور ان کے تجربے اور انقلابی جوش اور مختلف تقریری تحریری اور انتظامی قابلیتوں پر منصفانہ نظر ڈال کر یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خود لینن کی غیر موجودگی میں اُن کی جگہ لے سکتے تھے لیکن جب لینن وہاں موجود تھے تو کوئی ان کی جگہ نہیں لے سکتا تھا، روسی انقلاب کا انحصار ایک شخص پر نہ تھا لیکن انقلاب کے واضح ترین اور معین ترین اظہار کے لئے اس شخص کو آگے کر دیا گیا تھا۔

لینن پتوار سے چلنے والی کشتی میں آنکھیں بند کئے ہوئے خاموش بیٹھے تھے۔ سکون کے احساس میں محو ہو جانے کے باوجود انھیں قطعی طور پر معلوم تھا کہ یہ احساس محض خیالی ہے اور یہ کہ کسی وقت بھی وقت کے تمام مسائل ایک بار پھر اپنی پوری زبردست اہمیت کے ساتھ ان کے سامنے آسکتے ہیں۔ پھر دوسرے لمحے بالکل اسی طرح جیسے نبض کی حرکت ہوتی ہے اُن کے دل میں وہ تجربات اور اندیشے آجاتے جو حال میں انہیں پیش آئے تھے۔ اپنی بیوی ندزدا کونسٹانٹی نووونا اور اپنی بہن اور اپنی پارٹی کے رفیقوں کی صحت کے متعلق تشویش، ان کے لئے پوشیدہ لیکن گہری محبت ــــ پارٹی کے ان مردوں اور

عورتوں کے لئے جن میں سے بعض زندگی کی خوشی کا پورا لطف لے رہے تھے اور بعض فقیرانہ زندگی گذار رہے تھے۔ بعضوں کی طبیعت میں جوش تھا اور بعض سنجیدہ اور متین تھے لیکن ان سب نے ایک مشترکہ مقصد کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی اور زندگی کے آخری لمحہ تک اس کے تحفظ کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ پھر ان کے دل میں ایک درد اٹھتا اور اس شدید ذمہ داری کا احساس ہوتا جو مزدوروں، بحری فوج کے سپاہیوں اور عام سپاہیوں کی زندگیوں کے متعلق اُن پر عائد ہو گئی تھی اور ان کے چہرے ان کی ذہنی آنکھ کے سامنے سے پھر گذر جاتے۔ مشکل تصورات اور پیچیدہ سیاسی اندازوں کے اُمنڈتے ہوئے سیلاب کو انہوں نے آہستہ سے روکا۔ ان باتوں سے انھیں ذرا دیر کے لئے جھٹکا سا ملنا ضروری تھا اور انھوں نے جتنا بھی ہو سکا آرام کیا۔ لیکن جب انھیں چین نہ ملا تو انھوں نے آنکھیں کھول کر ان کا مقابلہ کیا، جیسے کوئی شناور ایک لہر کو سینے کے زور سے ہٹاتا ہے۔

جب لینن نے آنکھیں کھولیں تو انہوں نے بالکل ہی قریب خاموش جھاڑیوں کو دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے درختوں کی ایک دیوار پانی کے کنارے چلی گئی تھی۔ کشتی کا اگلا حصہ جھاڑیوں سے ٹکرایا، کشتی کنارے سے لگی۔

یملیا نوف نے پتوار رکھ دیئے اور ایک لمحہ خاموش بیٹھ کر اور کان لگا کر سنتا رہا، پھر کھڑا ہوا، ساحل پر چھلانگ ماری اور کشتی کو اوپر کھینچا۔ کولیا بھی کود کر نکلا۔ دوسری کشتی بھی ساتھ آ گئی۔ اس کے مسافروں میں حرکت اور کانا پھوسی ہونے لگی۔ قریب ہی سارس نے تقریباً انسان سے ملتی ہوئی آواز بلند کی۔

لینن نے ہاتھ بڑھا کر کاغذات کا وہ اٹاچی اٹھایا جو ان کے پیروں کے پاس پڑا تھا اور اسے بغل میں دبا کر ساحل پر اُتر گئے۔ چار مسافر دوسری کشتی سے اُترے۔ یملیا نوف نے لوگوں پر اور کشتیوں اور جھیل پر فاتحانہ نظر ڈالی اور لینن کو اشارہ کیا۔

"آیئے چلیں"

وہ آگے آگے چلا۔ اس کے پیچھے لینن اور پھر ایک قطار میں زینوویف اور یملیانوف کے چار لڑکے، کولیا، شاشا، کوندراتی اور سرگی تھے۔ پہلے تو پیروں کے نیچے کی زمین کیچڑ کی سی معلوم ہوئی اور پیروں سے چھپا چھپ کی آواز نکلتی تھی لیکن جلد ہی خشک زمین آ گئی، ہوا میں دلدل اور سبزہ زار کی گھاس کی بو تھی۔

یملیا نوف راستے سے بخوبی واقف تھا۔ لینن کو یہاں لانے سے پہلے اس نے اس علاقہ کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا اور ایک مرتبہ رات

کے وقت بھی وہاں گیا تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے چل رہا تھا، گو کبھی کبھی پانی پر بھی چلنا پڑتا تھا، وہ بہت خوش تھا کہ اس نے ہر بات کا ایسا اچھا انتظام کیا ہے۔ اور اسے امید تھی کہ لینن بھی اس بات کو محسوس کریں گے۔ اس کا داہنا بازو ایک تھیلے کے بوجھ کی وجہ سے ذرا جھکا ہوا تھا۔ اس میں ضروریات کی چیزیں تھیں۔ گو اُسے اس بات کا اطمینان تھا کہ یہاں کوئی آدمی نہ ملے گا تاہم اسے اس سے رنج ہوا کہ لینن نے اُسے کسی قسم کے اسلحہ ساتھ لانے کی ممانعت کر دی تھی، اس کے ذخیرے میں تین رائفلیں تھیں۔ ان میں اچھی طرح موم لگا ہوا تھا اور کئی درجن کارتوس اور ٹوپیاں تھیں اور یہ سب احتیاط سے ایک پوشیدہ مقام پر رکھے تھے۔ لیکن لینن نے اسے سننا بھی گوارا نہ کیا وہ ہنس پڑے اور ہاتھ ہلا کر کہا۔

"رائفل کے استعمال کا وقت بعد کو آئے گا۔ اس وقت تک انھیں حفاظت سے رکھے رہو، تم کہتے ہو ان میں موم لگا ہوا ہے۔ اچھی بات ہے۔ آگے چل کر ان کی ضرورت ہوگی، مگر تین نہیں بلکہ تیس لاکھ کی۔ اس سے کم پر مجھے تشفی نہ ہوگی۔ تین رائفلیں ہمیں بچا نہیں سکتیں اگر کچھ گڑبڑ ہوئی تو ان کی وجہ سے ہماری حالت مضحکہ خیز ہو جائے گی مضحکہ خیز انسان یا مضحکہ خیز لاشیں۔ آج ہم اور تم سیاست داں ہیں نہ کہ سپاہی۔"

یملیا نوف پارٹی کا ایک پرانا سرگرم کارکن تھا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں اور اس کے

بعد بہت سی رائفلیں اس کے ذریعہ سے تقسیم ہوئی تھیں۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اسلحہ ہمیشہ کارآمد ہوتے ہیں جیب میں ریوالور یا کندھے پر رائفل رکھ کر اسے زیادہ اطمینان ہوتا تھا۔ پہلے تو وہ بڑبڑایا لیکن پھر چپ ہو گیا۔

لینن کئی دن تک یمیلیانوف کے مکان کے برآمدے میں گذار چکے تھے جہاں وہ پیال پر سوتے تھے اور اس کے گھر کے لوگوں کے ساتھ آلو کا شوربا، مچھلی اور مکئی کا دلیہ کھاتے تھے، اس کے بچوں سے اور اس کی بیوی نذزدا سے بے تکلفی سے بات چیت کرتے تھے اور اکثر کھانے کے برتن دھوتے تھے غرضیکہ گھریلو زندگی میں شریک رہ چکے تھے پھر بھی یمیلیانوف کو مشکل سے اس کا یقین آتا تھا کہ جو شخص اس کے پیچھے کھڑا ہے وہ لینن ہی ہے۔ روس کے سارے ملک میں لینن کا چرچا تھا ریل کے سفر میں ان کا نام ضرور سنا جاتا تھا حالانکہ تین مہینے پہلے ان کو بالشویک پارٹی کے ممبروں کا محدود حلقہ اور مزدوروں کا سب سے ترقی پسند گروہ جانتا تھا یا بلاشبہ، بالشویکوں کے سرگرم دشمن جانتے تھے۔ لینن کے پیٹروگراڈ آنے پر مضطرب روس کے بے آہنگ نعروں میں ایک نیا نعرہ حیرت انگیز قوت اور تاثر کا بلند ہوا جو بڑھتے بڑھتے اتنا زور پکڑ گیا کہ اس نے اور تمام نعروں کو دبا دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا سیٹیوں، الغوزوں اور بھیروں کی آوازوں کے درمیان ایک طبلِ جنگ بج گیا۔ یہ بات تو نہیں تھی کہ اپریل سے پہلے مزدور اور خاص کران میں کام کرنے والے بالشویک اپنے طبقے کے مفاد سے ناواقف تھے، بلکہ وہ ایک نامانوس آزادی کے جذبے سے بے تاب ہو رہے تھے اور ان کا وقت بھیس بدلے ہوئے پولیس کے آدمیوں اور جاسوسوں کا کھوج لگانے، جلسوں میں جانے اور بے شمار انتخابات اور وفود کے کاموں میں صرف ہوتا تھا سسٹرودکی کے اسلحہ خانے کے مزدور جہاں یمیلیانوف کام کرتا تھا انھوں نے یہ خیال جمایا کہ منیجر میجر جنرل گیبر اور ان کے اسسٹنٹ منیجر جنرل ڈیمٹروسکی کو برطرف کر دیا جائے چیف آرٹیلری ڈیپارٹمنٹ نے چار ناچار مزدوروں کا فیصلہ مان لیا جب یہ وہ خوشی کے مارے آپے سے باہر ہو گئے اور مطمئن اور سربلند معلوم ہونے لگے۔ ۱۲ مارچ کو جا کر مزدوروں نے ایک عام جلسے میں پیٹروگراڈ کے بالشویکوں کے ایک نمائندے کی تقریر سن کر یہ فیصلہ کیا کہ "پرانے عہد کی باقیات کو ختم کرنے اور قوم کی فتوحات کو مستحکم کرنے اور وسیع کرنے کے لیے "عارضی حکومت" جو بھی کارروائیاں کرے اس کی مزدور طبقہ کی طرف سے تائید ہونی چاہیے۔" پندرہ دن بعد اس قسم کی کوئی تجویز پاس کرنا ممکن نہ ہوتا۔

لینن کی واپسی سے پہلے بہت سے بالشویک جن میں یمیلیانوف بھی شامل تھا اسی قسم کے خیالات ظاہر کرتے تھے۔ ان خیالات کی کوئی مستحکم بنیاد نہ تھی اور ان میں مخصوص معلومات اور ایقان کا فقدان تھا، ہر شخص دوسرے کو مبارکباد دینا اور ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا چاہتا تھا،

کم ازکم وہ سب لوگ جن کے سینوں پر سرخ فیتہ لگا تھا۔ اس دن پہلے طبلِ جنگ کی صدا بلند ہوئی۔

چاند ایک بادل کے پیچھے چھپ گیا۔ یمیلیانوف اپنے پیچھے لینن کے پیروں کی چاپ سن رہا تھا۔ اس کا دل خوشی سے لبریز تھا اور وہ اس خوشی سے بدمست ہو رہا تھا کہ اس نے لینن کو اس کے دشمنوں یعنی کرنسکی اور پولووتسیف، ربو اور لائڈ جارج اور بارعبوں کاسیک پلٹنوں، تمام روسی اضلاع کے پولیس کے عملے اور اتحادی قوتوں کے تمام جاسوسوں سے بچا کر ان جھاڑیوں میں چھپا دیا ہے اور جب وہ خوش خوش چلتا تھا تو وہ یہ محسوس کر کے خدا تعجب کرتا تھا کہ وہ جیتا جاگتا "طبلِ جنگ" — سرگئی الیانوف کا بوسیدہ پھٹا کوٹ اور ایک بدقطع ٹوپی پہنے ہوئے، اٹاچی کیس بغل میں لیے اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔

درختوں کے بیچ میں ایک چھوٹی سی صاف جگہ نظر آئی۔

یمیلیانوف نے کہا "یہی جگہ ہے۔"

لینن نے ٹھہر کر چاروں طرف نظر ڈالی اور ایک پیال کا ڈھیر دیکھا جس کے پاس ہی ایک چھوٹا سا جھونپڑا نظر آ رہا تھا۔ انھوں نے اپنا اٹاچی کیس نیچے گھاس پر رکھ دیا، تھوڑی دور اندھیرے میں چلے اور نظر سے اوجھل ہو گئے۔ واپس آ کر انہوں نے دونوں ہاتھ اس طرح ملے کہ جیسے وہ پیال کا ڈھیر لگانے کے کام کے لئے

تیار ہیں اور پوچھا:۔

"کیا تمہارے پاس درانتیاں اور کھرپیاں تیار ہیں؟"

یمیلیانوف نے جواب دیا: "ہاں وہ آپ کو صبح مل جائیں گی"

"ہمیں وہ سب سامان پاس رکھنا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ ہم واقعی پیال جمع کرنے والے ہیں۔"

"بیشک۔ کیا میں آگ جلاؤں؟"

"کیا یہ خطرناک نہ ہوگا؟"

"نہیں یہاں آس پاس ایک متنفس بھی نہیں ہے۔"

چند لمحے سوچ کر لینن نے کہا:۔

"پھر بھی آج رات کو آگ کی ضرورت نہیں ہے، ہم آگ کے بغیر سو جائیں گے۔ کل ہم چاروں طرف دیکھیں گے اور رہن سہن کا ٹھیک انتظام کریں گے۔"

بڑے لڑکے شاشا، کونڈراتی اور سرگئی ادھر ادھر کی جگہ دیکھنے کے لئے نکل گئے۔ سب سے چھوٹا تیرہ سالہ کولیا وہیں ٹھہرا رہا، وہ بڑوں کے پاس رہنا چاہتا تھا۔ زینوویف گھاس پر بیٹھ کر اپنے جوتے کھولنے لگا۔ اس نے اپنے بائیں پیر میں جوتے باندھنے کا بندھن غلط طرح سے باندھا تھا جس سے اس کے چھالے پڑ گئے۔

لینن جھونپڑے کی طرف گئے، اور جھانک کر اندر داخل ہو گئے۔

اندر ہی سے انہوں نے آواز دی۔ "لاجواب! بہت ہی اچھا گھر ہے۔"

گرم اور نرم ہے اور اس کی خوشبو اچھی ہے۔" وہ پیال پر دراز ہو گئے اور ہلکی سی ہنسی ہنسے پھر کہا: "بیشک یہ بہت اچھا ہو گا کہ ایک لاسلکی ٹیلیفون پیال میں چھپا دیا جائے تاکہ پیٹروگراڈ سے ربط رہے۔ نیکولائی الیگزینڈروو وچ، مجھے تم پر بھروسہ ہے کہ مجھے اخبارات وقت پر ضرور مل جائیں گے۔"

یمیلیانوف اندھیرے میں برتنوں کو کھڑکھڑا رہا تھا۔ اس نے جواب دیا: "ضرور مل جائیں گے۔ بس اب ٹھیک ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر ہے۔ اچھا لڑکو میرے ساتھ آؤ۔ رستہ یاد رکھنا کہ جب چاہو یہاں پہنچ جاؤ۔ میں تمہیں کشتی پر پہنچا دوں گا۔ اب شاشا یہ تمہارا کام ہو گا کہ کل صبح اخبارات پہنچا دو۔"

لینن نے جھونپڑے کے اندر سے آواز دی:

"جب تم کنارے پر پہنچو تو زور سے بولنا اور ہم کان لگا کر سنیں گے پھر دیکھیں گے کہ ساحل پر اگر کوئی بات ہو تو اسے کتنی صفائی سے سن سکیں گے۔ کولیا، تم اندر آؤ۔"

کولیا رینگتا ہوا اندر آیا اور لینن کے پاس بیٹھ گیا۔ یمیلیانوف بڑے لڑکوں کو لے کر چلا گیا۔ گھاس پر ان کے پیروں کی چاپ تھوڑی سی دیر میں گم ہو گئی۔ لینن نے روکے کے گلے میں باہیں ڈالیں اور کہا:

"کان لگا کر سنو۔"

پندرہ منٹ گذر گئے اور کوئی آواز نہیں سنائی دی، نہ آدمیوں

کے بولنے کی اور نہ پتوار چلنے کی۔ لینن نے مطمئن ہو کر سر ہلایا اور زینوویف سے پوچھا:

"گریگوری، کیا ہمیں سونا چاہیے؟"

"ولادیمیر ایلیچ، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ سو سکیں گے؟"

لینن نے جواب دیا: "یقیناً۔ اس میں کوئی شک بھی ہے؟ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انہیں نیند نہیں آئے گی۔

"میں تو نہیں سو سکتا۔"

"بہت برا ہو گا۔ ہم دونوں کا حال اس جانور جیسا ہے جس کا شکاری پیچھا کر رہے ہوں۔ ہمیں جلد سو جانا چاہیے اور اس طرح سونا چاہیے کہ کان ہوشیار رہیں۔ تمہارے پیر میں کیا ہو گیا ہے؟"

زینوویف نے دکھ بھرے لہجے میں اپنی کرخت آواز سے جواب دیا:

"اوہ، یہ جوتوں کے بندھن ہیں میں نے انہیں بے ڈھنگے پن سے باندھا اور اب چھالا پڑ گیا ہے۔"

"مصیبتوں پر فلسفیانہ نظر ڈالنا چاہیے۔ بڑھے ہوئے چاند کی چاندنی رات فلسفیانہ خیال آرائی کی محرک ہوتی ہے۔ چاند نے ہر وہ چیز دیکھی ہے جو دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ شاید پہلا موقع نہیں ہے کہ اس نے پولیس سے روپوش دانشوروں کو دیکھا جنھیں جوتوں کا کھڑا بھی باندھنا نہیں آتا ہے۔"

"آپ ہر وقت مذاق کرتے ہیں۔"

پیروں کی چاپ سنائی دی۔

بیلیانوف نے اندھیرے سے نکل کر آواز دی۔ "میں ہوں۔"

لینن اور کولیار ینگتے ہوئے جھونپڑے سے باہر نکلے اور دروازے کے پاس گھاس پر بیٹھ گئے۔ بیلیانوف بھی قریب ہی پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ لینن نے پوچھا:

"کیا تم نے ساحل پر سے بات کی تھی؟"

"ہاں۔"

"زور سے؟"

"ہاں!"

"کیا بات کی؟"

بیلیانوف ہنسا اور جواب دیا۔ "میں نے کہا کہ فنلینڈ والے سوگئے ہوں گے، وہ صبح سویرے اٹھ کر کام میں لگ جائیں گے یہ بڑے آدمی نہیں معلوم ہوتے، اچھے پیال بنانے والے ہیں۔" شاشا نے جواب دیا۔ "گو اس کا افسوس ہے کہ وہ ہماری زبان نہیں سمجھتے۔" اور اسی قسم کی اور باتیں۔"

"بہت خوب۔ رازداری سب سے مقدم ہے۔ اس کا اطمینان ہوگیا کہ ساحل پر سے ہماری آواز سنائی نہیں دے سکتی۔ یہ بہت خوب ہے۔"

زینو ویف کمبل لے کر رینگتا ہوا جھونپڑے کے اندر گیا اور

سب کے بستر ٹھیک کرنے لگا۔

کولیا نے پوچھا۔ "ابا جان، کیا ہم صبح کو آگ روشن کرسکیں گے؟"

بیلیانوف نے جواب دیا۔ "ہاں ہم آگ جلائیں گے۔"

"مجھے جلانے دیجئے گا؟"

"اچھی بات ہے، اب تم جھونپڑے کے اندر جاکر سو جاؤ۔ رات زیادہ ہوگئی ہے۔"

"کیا میں ذرا دیر اور نہیں بیٹھ سکتا؟"

"تم بھی چاہتے ہو کہ پاس بیٹھے رہو۔۔۔۔"

جھونپڑے کے اندر زینو ویف تھوڑی دیر سراسیمہ رہا اور پھر خاموش ہوگیا۔

لینن نے آہستہ سے کہا۔ "اس جگہ میں ایک نقص ہے۔"

بیلیانوف نے معذرت خواہی کے انداز سے جسم کو حرکت دی اور کہا۔ "مچھر۔ ہاں، یہاں مچھر بہت ہیں اور خاص کر رات کے وقت۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ مشکل یہ ہے کہ یہاں رات کو کام کرنا ممکن نہیں ہے۔"

بیلیانوف نے کہا۔ "شاید یہ اچھا ہی ہو۔ آپ آرام کر سکتے ہیں۔"

ذرا دیر کے وقفہ کے بعد لینن نے کہا۔ "تنبا کو پینے والے اس معاملہ میں خوش نصیب ہوتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں اس طرح بیٹھنا اور تنبا کو پینا بڑا اچھا ہے۔ جب کام کچھ نہ کرنا ہو تو کوئی نہ کوئی مشغلہ رہنا

چاہیئے۔"

"کیا آپ نے بہت دن سے سگریٹ چھوڑ دیا ہے!"

"میں نے سگریٹ کبھی نہیں پیا۔ اول تو مجھے اس کا وقت نہیں ملا اور دوسرے یہ ایک غیر ضروری خرچ ہے۔ ہم نے کمتر سے بھی کم حیثیت سے زندگی بسر کی اور ایک ایک پیسہ جوڑنا پڑا۔ علاوہ بریں سگریٹ سے دماغ دوسری طرف پھر جاتا ہے۔ یہ بری عادت ایسی سنگین تو نہیں ہے پھر بھی بُری عادت تو ہے۔ تمباکو کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ اگر نہ ملے تو تکلیف ہوتی ہے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور جب ہم جلاوطن تھے اور پناہ گزینی کی زندگی گذار رہے تھے تو تمباکو نہ ملنا ایک معمولی بات تھی۔ تو یہ سمجھ لو کہ میں نے بغیر دلچسپیوں کے زندگی بسر کی۔ میں نے نہ سگریٹ پیا نہ شراب پی اور لڑکیوں سے تقریباً کوئی واسطہ نہیں رکھا۔" انہیں ہنسی آ گئی۔ "لیکن پھر بھی یہ ایک دلچسپ زندگی تھی۔ کیوں تمہارا کیا خیال ہے! اور اب تو یہ بالکل سرفروشی کی ایک کہانی معلوم ہوتی ہے۔ جھیل کے اس پار گھنے جنگل کے ایک جھونپڑے میں۔ خوفناک سازشی فلینڈ کے پیال بنانے والوں کے بھیس میں۔ کیا تم سو گئے گریگوری؟"

"ہاں سو گیا۔ تھکا ہوا ہے۔ اسے پورا آرام ملنا چاہیئے۔ بہت تھکا ہے۔"

(۳)

لیکن زینوویف سو نہیں رہا تھا۔ وہ بہت بدحال ہو رہا تھا۔

اور سر چکرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے کشتی میں اسے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اگلی کشتی جس پر لینن تھے وہ بدقت نظر آتی تھی اور اس کے پیچھے ایک سفید سا دھندلکا تھا۔ دفعتاً زینوویف کو ایسا معلوم ہوا کہ اگلی کشتی ایک گہرے غار کے قریب پہنچ گئی ہے اور اسی کے ساتھ خود اس کی کشتی جو لینن کی کشتی سے بندھی ہوئی تھی آپ ہی آپ کھنچی چلی جا رہی ہے۔ اس کا جی چاہا کہ زور سے پکارے۔ "ٹھہرو! ٹھہرو! آگے نہ جاؤ!"

جولائی کے مظاہرے کی شکست کے بعد زینوویف نے ان واقعات کا جائزہ لیا جو اس شکست کا باعث تھے اور اس کے دل میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ آج ایک گرم اور برسات کو دلدل کے بیچ میں ایک کُہرے سے گھری ہوئی جھیل کے کنارے اس پر پھر مزید شدت کے ساتھ ان شبہات کا دورہ پڑا۔ "کیا ہم ٹھیک راستے پر چل رہے ہیں؟ کیا ہم اس کُہر میں گم ہونے تو نہیں جا رہے ہیں؟ کیا لینن کی جرأت اور ناقابل شکست بہادری میں تعصب کا عنصر تو نہیں ہے، یا اس سے بھی زیادہ خطرناک اپنی جان کی قربانی کے جذبے کا؟" اُسے ایسا معلوم ہوا کہ لینن انتہا پسندی تک پہنچ گئے ہیں، وہ ہر بات کو بالکل آخری حد تک لے جانا چاہتے ہیں اور کافی محتاط نہیں ہیں، وہ معقول مفاہمت کی اہلیت نہیں رکھتے، وہ عوام الناس کے تلوّن کا خیال نہیں کرتے۔ زینوویف لیٹا ہوا کانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ تو گنتی کے دانشور لوگ ہیں اور ان کے چاروں طرف لامحدود روس ہے جس میں

لالچی کاشتکار، حریص دوکاندار، شرابی مزدور، گرجا کو جانے والے تلوّن مزاج انسان، آئیون ایوانووچ اور آئیون نکی فوروچ جیسے کیرکٹر، گوگول کے ناول کے کردار، ٹھوس اور احمق، جو دوسرے صوبوں میں رہتے ہیں، معجزے دکھانے والے بت اور جان بخشنے والی صلیبوں کی بہتات ہے یہ روس ابھی زندہ ہے گو نیم مُردہ حالت میں، مگر اس کا ہم کچھ بگاڑ نہیں سکتے عوام الناس جاہل ہیں اور لاتعلقی پسند بھی، جیسا کہ ۳ اور ۴ جولائی کو انہوں نے ظاہر کیا۔ ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ آزادی کی ایک جھلک دیکھ کر وہ اس پر آمادہ ہو گئے کہ سب کچھ توڑ پھوڑ کر رکھ دیں جیسا کہ پومیالووسکی کے طالب علموں نے کیا۔ ذرا سی شکست انھیں مایوسی کے غار میں ڈال دیتی ہے۔ کئی باغی رجمنٹوں کے نمائندوں نے اپنے کو کرنسکی کے حوالے کر دیا۔ بالٹک بیڑے کے بعض جہازوں نے بالشویکوں پر قیصر ولیم کے ایجنٹ ہونے کا الزام تھوپ دیا۔ کرونشٹاٹ نے شورش پسندوں کو پولیس کے حوالے کر دیا، کامی نیف، کولونتائی، راسکولنیکوف، روشال سپوپا اور بہت سے اور لوگ گرفتار ہو گئے ہیں۔ "پراودا"، اور "سولداتسکایا پراودا" بند کر دیئے گئے ہیں۔

اور یہاں لینن صاحب جھونپڑے کے پاس بیٹھے ہوئے اس طرح باتیں کر رہے ہیں جیسے وہ ہفتہ واری چھٹی میں سیر کرنے آئے ہیں۔ وہ ییمیلیانوف سے پوچھتے ہیں کہ ایک مزدور کا خاندان اپنے باغ کے ٹکڑے پر گذر کر سکتا ہے۔ وہ بازار میں ترکاریوں کا بھاؤ معلوم کرنا چاہتے ہیں اور آخر میں یہ

کہ سسٹرورسک جھیل میں کس قسم کی مچھلیاں ملتی ہیں اور یہ کہ مچھلی کا شوربہ بغیر رف (ایک قسم کا پرندہ) کے یا کم از کم بغیر پرچ (ایک قسم کی مچھلی) کے بالکل بے مصرف ہے۔"

کل زینوویف نے صبح کے اخبارات پڑھ کر لینن سے تلخی کے ساتھ کہا تھا کہ:

"عوام الناس کتنی جلد طاقت کے سامنے جھک جاتے ہیں!"

لینن نے اس کی طرف منہ کئے بغیر تیزی سے جواب دیا:

"یہ اسی وقت تک ہے جب تک انہیں اقتدار حاصل نہ ہو جائے!" اور پھر پلٹ کر اس اخبار پر نظر ڈالی جو زینوویف پڑھ رہا تھا اور اس کے کالموں پر سرسری نظر ڈال کر کہا۔ "عوام الناس عملی لوگ ہیں وہ بلاوجہ اپنے گلے میں پھانسی نہیں لگالیں گے۔ وہ انفرادیت پسند تعلیم یافتہ لوگوں جیسے نہیں ہیں۔ لمبے چوڑے دعوے اور ڈرامائی انداز ان کے مذاق کی چیزیں نہیں ہیں۔ ڈرامائی انداز اور لمبے چوڑے دعوے وہ کرنسکیوں اور اوکسنتیوں کے لئے موزوں سمجھتے ہیں جو کلاسیکی شعبدہ بازی کے مشاق ہیں اور جنہوں نے قدیم پلوٹارک پڑھا ہے جس نے ایک سے زیادہ طالب علم کو پاگل بنا دیا ہے۔ عوام الناس یہ سمجھ جائیں گے کہ وہ اس لئے ناکام ہوئے کہ انہوں نے منظم طور پر کام نہیں کیا تھا اگلی دفعہ اس کا لحاظ رکھیں گے۔"

زینوویف کے لبوں پر ہلکی مسکراہٹ آگئی۔ "موجودہ حالات میں "اگلی دفعہ"

کی بات کے معنی خود فریبی کے ہیں۔

اُس نے محسوس کیا کہ اسے اپنا نقطۂ نظر وضاحت کے ساتھ اور غیر مشتبہ طور پر لینن کو بتا دینا چاہیئے۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ اگر اپنے خیالات اس نے زبان سے نکالے تو یہ کمزوری اور تذبذب پر محمول کیا جائے گا اور کمزوری وہ چیز تھی جس سے لینن کو اور پارٹی کو بحیثیت مجموعی سب سے زیادہ نفرت تھی۔

بہر نوع زینوویف چونکہ لینن کے نظریات کو استقلال اور ایمانداری کے ساتھ تقریباً اس طرح جیسے مذہبی جوش ہو، بار بار دہراتا تھا اس لئے اس نے رفیقوں میں ناقابلِ شکست اور بے خوف ہونے کی شہرت حاصل کر لی تھی۔ لینن سے اس کے جو اختلافات تھے انہوں نے کبھی کھلم کھلا ذہنی تصادم کی صورت اختیار نہیں کی۔ اگر اس وقت ایسے نازک موقع پر اس نے کمزوری یا تذبذب کا اظہار کیا تو اسے لینن سے بالکل قطع تعلق کرنا ہوگا پھر روپوش رہنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے اور وہ اپنے کو لینن کے قریبی تابعین میں شمار نہ کر سکے گا۔ اُسے بیلیا نوف کی کالی روٹی اور مکئی کا دلیہ کھانا بند کرنا ہوگا۔ وہ بالکل کچھ نہ رہے گا۔ کیا یہ اُسے منظور ہوگا ہرگز نہیں۔

• لینن سے اس کی محبت بالکل ایک عورت کی طرح تھی، رقابت سے بھری ہوئی، قابو میں نہ آنے والی لیکن اسی کے ساتھ سوچ وچار کی ہوئی ایسی محبت جو لینن دوسروں کے دلوں میں اعتماد کے ساتھ پیدا کرتے تھے

اس لئے کہ وہ ہمیشہ یہی خیال کرتے تھے کہ ان کے ساتھ عقیدت کا مطلب ان کی پارٹی کے اصول کے ساتھ عقیدت کا اظہار ہے۔

لینن کی جرأت نے زینوویف میں رقابت اور اذیت کے احساسات پیدا کئے تھے۔ لیکن پچھلے دو دنوں سے جب سے کہ وہ جھیل کو پار کرکے ان پیال کے کھیتوں میں آئے تھے ان دونوں متصادم احساسات کی جگہ ایک تیسرے احساس نے لے لی تھی جو ان سے بھی زیادہ پیچیدہ تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہوا کہ لینن کی بہادری اور مستقبل کی خوش فہمی محض دکھاوے کی ہے اور درحقیقت وہ جانتے ہیں کہ انقلاب ناکام ہو گیا ہے اور ان کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے اور عارضی حکومت کے جلاد ناکام روسی روبس پیر اور ان کے رفقا کو پھانسی دے دیں گے اور نئے زمانے کے پائی لیٹ مینی بلیخانوف پوٹریسوف اور چرنوف خاموشی کے ساتھ اس پر خوش ہوں گے۔ جن لمحات میں لینن خیالات میں محو ہو کر بے خیال اور مغموم ہو جاتے تو زینوویف جیسے اپنی فتح سی محسوس کرتا۔ ان محویت کے لمحات اور ان شدید مغموم نگاہوں سے زینوویف کے دل میں مستقبل کے بارے میں ایک ہول کا طوفان موجیں مارنے لگتا اور اسی کے ساتھ آسودہ خاطری کا خوشگوار احساس بھی ہوتا۔ اس کے یہ معنی تھے کہ بہرحال وہ یعنی زینوویف اتنا بُرا نہیں ہے اور یہ کہ اس کے رنج آمیز خیالات اس کی بے حقیقی اور کمزوری پر مبنی نہیں ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ لینن بہت جلد اپنے آپ کو سنبھال لیتے یہ محسوس کرکے کر

وہ خاموش ہو گئے تھے اور ان کے آس پاس کے سب لوگ بھی چپ ہو گئے تھے وہ فوراً حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کرنے لگتے۔ انقلاب کو آگے بڑھانے کے امکانات پر اپنے تفکرات زبان پر لاتے۔ سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کا مضحکہ اڑاتے اور روپوش کارکنوں کی مشکلات کے بارے میں مذاق کرتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن لینن کی اس زندہ دلی کو زینوویف نے اس کی ظاہری شکل کی بنیاد پر اس کو اہمیت نہیں دی۔

نقرئی چاندنی دفعتاً جھونپڑے کے تکونے دروازے سے داخل ہو گئی اور دور کے درختوں کے تنے چراغ کی طرح روشن ہو گئے۔ زینوویف کو اس وقت انجیل کے مضمون سے بنی ہوئی ایک تصویر یاد آ گئی جو اس نے ایک مرتبہ ویانا کے ایک عجائب خانہ میں دیکھی تھی۔ اپنی موجودہ ذہنی حالت میں وہ یہ تصور کرنے پر مجبور ہو گیا کہ اگر عیسیٰ مسیح کا کوئی تاریخی وجود ہوتا تو وہ بھی گرفتار ہونے سے پہلے خوشی کا اظہار کرتے اور رونے اور ماتم کرنے کے بجائے جیسا کہ عہدِ جدید کے بے سلیقہ اور جذباتی مصنفوں نے انھیں ظاہر کیا ہے، وہ ہنستے اور مذاق کرتے۔

عین اس وقت لینن کو ہنسی آئی۔

انہوں نے کہا، "دیکھو چاند پھر نکل آیا او نکولائی الیگزینڈرووچ دیکھو وہ برابر بائیں طرف جا رہا ہے، بالکل جیسے قریب مستقبل میں روس کا رخ ہوگا۔ ہوں، ہوں ... گریگوری سو گیا ہے اور کولیا کا سر بھی ڈھلک رہا ہے۔ کیا خیال ہے کولیا، ذرا دیر سونے کی کوشش کیوں نہ کرو—؟

نکولائی الیگزینڈرووچ، جب ہمارا انقلاب حقیقت بن جائے تو تمہیں اپنا نام و خاندانی القاب بدلنا ہوگا۔[1] یہ بہت زیادہ بلند اور شاہانہ معلوم ہوتا ہے تو کیا ہم انقلاب کو جلد بروئے کار لائیں گے، ولادی میر ایلیچ؟"

ذرا دیر خاموشی رہی۔ زینوویف نے صاف محسوس کیا کہ لینن آنکھ بند کئے سوچ رہے ہیں اور ان کے چہرے سے یکسوئی اور سنجیدگی کا اظہار ہوتا تھا۔

"بہت جلد۔ بات یہ نہیں ہے کہ انقلاب کا بنیادی مسئلہ حل ہو گیا ہے اس لئے کہ اگر بورژوا طبقہ جنگ کو فوراً بند کر دے، کسانوں کو زمین دے دے، کام کے روزانہ آٹھ گھنٹے فوراً مقرر کر دے، مزدوروں کے ہاتھ میں پیداوار کا انتظام دے دے، سرمایہ داروں اور فوجی نفع خوروں کے منافعے محدود کر دے تو وہ انقلاب کے بڑھتے ہوئے کارواں کو روک سکتے ہیں۔ لیکن پھر وہ بورژوا نہ رہیں گے، اس وقت ریابوشنسکی اور پوتیلوف بھی ہماری پارٹی میں شامل ہو سکتے ہیں ... جلد، اب بہت جلد۔ اس وقت ہمیں تمہاری تین رائفلوں کی ضرورت ہوگی۔"

(۴)

دوسرے دن صبح کو بیدار ہونے پر پہلے زینوویف کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے۔ پریشان اور بدحواس ہو کر اس نے اپنا سر جھونپڑے

---

[1] زار نکولس دوم کا یہی نام تھا۔ (مترجم)

کے باہر نکالا اور بائیں طرف گھنی جھاڑیوں کے بیچ میں اس نے لینن کو دیکھا لینن ایک درخت کے ٹھنڈ پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے ایک گول لکڑی کا گندا۔ وہ تیزی سے لکھ رہے تھے۔ ان کے جھکے ہوئے سر پر صبح کے سورج کی ہلکی شعاع پڑ رہی تھی، ان کے چاروں طرف ہری اور پیلی بڑی مکھیاں اُڑ رہی تھیں۔ کبھی کبھی وہ ان کو ہٹا دیتے تھے اور کبھی بے خیالی سے ان پر نظر ڈال کر پھر کام میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ایک جھینگر کاغذ کے تختے پر ایک طرف سے دوسری طرف رینگ گیا اور لینن نے اسی بے خیالی سے اسے اپنی انگلی اور انگوٹھے کے بیچ میں پکڑ لیا اور اپنا سر اٹھائے بغیر جھاڑی میں پھینک دیا۔ وہ اپنے کو وہاں کے ماحول سے مانوس بنا چکے تھے اور یہ ایک ایسی قابل رشک خصوصیت تھی جس سے اکثر زینوویف کو سخت حیرت ہوتی تھی۔

جیسا کہ ہمیشہ لکھتے وقت ہوتا تھا لینن کے چہرے سے یکسوئی کا اظہار ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنے چہرے کے نقوش بدلے بغیر اور زینوویف کی طرف دیکھے بغیر کہا: "گریگوری، تم جاگ اٹھے۔ تم شہری لوگوں کی طرح سوتے ہو۔ تم یہ بھول گئے کہ تم فنلینڈ کے پیال جمع کرنے والے ہو اور وقت ہو گیا ہے کہ تم کام پر مستعد ہو جاؤ ورنہ موسم سرما کے لئے تمہاری جیب میں کچھ نہ ہو گا اور اتنے بچوں کو تمہیں کھلانا ہے۔ دیکھو میں نے ایک مضمون پورا لکھ لیا اور دوسرا آدھا۔ میں درانتی کی طرح قلم چلا رہا ہوں جاؤ منہ ہاتھ دھو کر آؤ اور اسے پڑھو۔"

یمیلیانوف آگ جلانے میں مصروف تھا۔ ایک برتن اور ایک پتیلی لوہے کی سلاخ پر شعلوں کے اوپر چڑھی ہوئی تھی۔ برتن میں جوش آ چلا تھا، کولیا غائب تھا مگر جلد ہی درختوں کے پیچھے سے برآمد ہو گیا۔ ایک پرند کی سی آواز اس کے پہلے آئی۔

اس نے کہا: "بالکل سکون ہے۔ کوئی شے نظر نہیں آ رہی ہے۔"

یمیلیانوف نے لینن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "خاموش! زور سے نہ بولو۔" پھر آواز مدھم کر کے کہا: "میں نے ایک ساہی اپنے بچوں کے ساتھ دیکھی۔"

لینن نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ ان کا سر برابر اس کاغذ پر جھکا رہا وہ مسلسل تیزی سے لکھ رہے تھے: "تمہارا کیا خیال ہے! یہ ساہی بھروسے کے قابل ہے! یقیناً وہ ہمیں پھنسا نہ دے گی! معلوم ہوتا تھا کہ وہ کولیا کی طرف دیکھ رہے تھے اور ذرا دیر کے لئے ان کی کنپٹی پر ہنسی کی ہلکی ہلکی لکیریں نمایاں ہو گئیں۔ کولیا کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے جوش میں کہا: "وہ ہماری طرف ہے۔"

یمیلیانوف نے آہستہ سے جھڑک کر کہا: "بھاگو یہاں سے۔" پھر وہ بالٹی لے کر زینوویف کے پاس گیا۔ "تم ہاتھ منہ یہاں دھوؤ گے یا جھیل پر جاؤ گے؟"

زینوویف نے تذبذب کے ساتھ کہا: "معلوم نہیں۔ میرے خیال میں یہیں۔ مگر تم تکلیف نہ کرو۔ میں آپ انتظام کر لوں گا۔"

میں پانی ڈال دوں۔ اس میں سہولت ہوگی۔"

زینوویف نے اپنے سوٹ کیس میں سے ایک صابن کی ٹکیہ اور ایک دانت کا برش نکالا مگر دانت کا منجن نہیں ملا۔ وہ اور یمیلیا نوف بہت آہستہ آہستہ بول رہے تھے مگر لینن نے سن لیا اور اپنی نشست بدلے بغیر کہا:

"میرا لے لو۔ میرے تکیے کے پاس تولیہ میں لپٹا ہوا رکھا ہے۔"

آلو کے برتن میں اُبال آ رہا تھا۔ یمیلیا نوف نے اُنہیں کانٹے سے ٹٹولا اور کہا کہ تیار ہیں۔

اُس نے آہستہ سے زینوویف سے کہا: "انھیں بلاؤ۔ مگر شاید یہ بہتر ہو کہ ان کے کام میں خلل نہ ہو جائے۔"

"ناشتہ تیار ہے، ولادیمیر ایلچ!"

لینن نے آنکھ اٹھا کر جلدی جلدی کہا "ابھی آیا، میں آیا!" مگر وہ فوراً نہیں آئے بلکہ بیٹھے سوچتے رہے۔ اُن کا چہرہ مغموم تھا۔ اسی کیفیت پر زینوویف کے دل میں طرح طرح کے خیال پیدا ہوتے تھے۔

لینن کا چہرہ، ڈاڑھی اور مونچھ صاف ہو جانے کی وجہ سے بہت بدل گیا تھا اور اب وہ زیادہ سنجیدہ اور ٹھیک ہو گیا تھا۔ ڈاڑھی اور مونچھیں عموماً ان کے ہونٹ کے عزم اور استقلال کے نقوش چھپائے رکھتی تھیں لیکن اب ان کا کشادہ اور عزم ظاہر کرنے والا منہ صاف ظاہر ہو گیا تھا۔ پرانے لینن کی شناخت اسی وقت ہوتی تھی جب وہ مسکراتے تھے۔ رخسار کی بلند ہڈیوں پر جلد چڑھ جاتی تھی، آنکھیں تنگ اور شرارت آمیز ہو جاتی تھیں

اور خوش خلقی کی لکیریں ان کی آنکھوں کے نیچے اور کنپٹیوں پر نمایاں ہو جاتی تھیں۔

چند منٹ خاموش بیٹھے رہنے کے بعد لینن آگ کے پاس سب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ کھانا خاموشی سے اور تیزی کے ساتھ کھاتے تھے۔ وقتاً فوقتاً وہ پوچھ لیتے تھے۔

"شاشا اور اخبارات کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں ہے؟"

یمیلیا نوف اپنی جیب سے چاندی کی گھڑی نکال کر جواب دیتے: "ابھی بہت سویرا ہے۔ اخبار کی دوکانیں آٹھ بجے کھلتی ہیں اور اخبار خریدنے، واپس آنے اور کشتی پکڑنے میں آدھ گھنٹہ اور۔۔۔۔"

لینن نے اپنی بے صبری کو چھپانے کی بہت کوشش کی مگر چھپا نہ سکے وہ برابر اس راستے کی طرف دیکھتے رہے جو جھیل کو جاتا تھا اور اپنی انگلیاں ران پر مارتے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ انہیں اس کی بالکل خبر نہ تھی کہ اس پاس کون لوگ بیٹھے ہیں۔ آگ سے فضا میں جو خوشگوار گرمی پیدا ہو گئی تھی اُس سے بھی وہ بے خبر تھے اور نہ انہیں یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کیا کھا رہے ہیں۔

یکایک وہ کھڑے ہو گئے اور کہا: "گریگوری، جیسے ہی اخبارات آجائیں تم بیٹھ کر اپنا وہ مضمون پورا کرو جو ۳ر جولائی کے واقعات پر ہے۔"

زینوویف نے کہا: "ہاں، بیشک!" لیکن فوراً کندھوں کی جنبش کے

ساتھ نا امیدی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "مگر یہ چھپے گا کہاں؟ اخبارات تو بند کر دیئے گئے ہیں۔"

"ہمارے آدمی کچھ نہ کچھ سوچیں گے۔ ہم کرونشٹاٹ میں چھپوائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ کرونشٹاٹ کے لوگوں نے "لوگوس پراودی" کو بچا لیا ہوگا۔ وہاں کے لوگ بڑے باعزم ہیں اور مواقع بہتر ہیں۔۔۔"

زینوویف نے کہا: "یہ کہنا مشکل ہے۔ ایسے حالات میں کون اخبار جاری رہ سکتا ہے؟ یہ بہت ہی مشکوک ہے۔" اپنی کم ہمتی کو چھپانے کے لئے وہ کھڑا ہو گیا اور خوشی کے لہجے میں کہا بلکہ ذرا کھلنڈرے انداز میں: "بہرحال ہمیں لکھتے رہنا چاہیے، لکھتے ہی رہنا چاہیے۔"

یمیلیانوف نے اپنی چاندی کی گھڑی دیکھ کر کہا: "دس بج گئے۔ اب بس ناشتا آتا ہی ہوگا۔"

لینن اور زینوویف اس جگہ پر گئے جسے یمیلیانوف نے بید کی جھاڑیوں کے بیچ میں صاف کر دیا تھا اور وہاں بیٹھ گئے، تھوڑی دیر تو وہ اپنے اپنے درخت کے ٹُنڈوں پر بیٹھ کر محفوظ دوات استعمال کرکے خاموشی سے کام کرتے رہے۔ سورج اوپر اونچا ہوا اور دن گرم ہونے لگا۔ لینن حسب معمول تیزی سے لکھ رہے تھے۔ کبھی کبھی وہ اٹھ کر ٹہلنے لگتے تھے اور اپنے مضمون کے فقرے آہستہ سے دہرانے لگتے تھے اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے تھے۔ آخر انہوں نے زینوویف پر نظر ڈالی جو گہرے خیالات میں محو تھا اور اس کی بڑی بڑی ابھری ہوئی آنکھیں خلا میں

دیکھ رہی تھیں۔ لینن مسکرا دیئے۔

انہوں نے کہا: "لکھنے کو جی نہیں چاہتا؟ تو پھر اسے پڑھو۔"

انہوں نے اپنے مضمون کے ورق موڑ دیئے اور عارضی میز پر جھک کر زینوویف کے حوالے کر دیئے۔

مضمون جو ابھی نامکمل تھا اس کا عنوان تھا "نعروں کے بارے میں"۔

زینوویف گھاس پر لیٹ کر پڑھنے لگا۔ وہاں لیٹ کر پڑھتے ہوئے مضمون کی غیر معمولی بلند آہنگی، سلاست اور گہرائی سے اس کے دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے تعریفی انداز میں خیال کیا کہ یہ تو کارل مارکس کی بہترین تحریروں کی ٹکر کا ہے۔ مارکس کی ان تحریروں کے مقابلہ کا جو "نیورشے زیتنگ" کے دور کی ہیں جب کہ وہ ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے درمیان تھے اور انہیں یقین تھا کہ انقلاب ضرور کامیاب ہوگا۔ پھر زینوویف کے چہرے کی نرمی اور ڈھیلا پن درشتی میں بدل گیا اور جیسے جیسے وہ مضمون پڑھتا جاتا تھا یہ درشتی بھی بڑھتی جاتی تھی۔ اس نے سر ہلایا اور کاغذات نیچے رکھ دیئے اور پھر آہستہ آہستہ احتیاط کے ساتھ انہیں ایک دوسرے پر برابر کرکے رکھ دیا۔

لینن نے اپنی بائیں پلک اوپر اٹھا کر پوچھا: "کیوں؟ کیا تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"مضمون تو بہت ہی خوب ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"یہ بالکل خلاف توقع موڑ ہے۔ کیوں! آج کل سب سے زیادہ مقبول عام نعرہ "تمام اقتدار سوویتوں کے ہاتھ میں"۔ واپس لے لینا! اور پھر ٹھیک اس وقت! لینن کا نعرہ۔ خود تمہارا نعرہ!" وہ بڑبڑا کر کھڑا ہو گیا قریب قریب خوفزدہ ہو کر۔ "وہ نعرہ جو تمہیں اس قدر پسند تھا جو خود تمہیں نے سوچ کر ایجاد کیا تھا۔ اس طرح آسانی سے تم اسے کیسے ترک کر سکتے ہو! یہ تو سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے، بالکل ناقابل یقین بات ہے، اور میرے نزدیک بہت زیادہ ناقابل عمل ہے۔ عوام الناس اس نعرے سے مانوس ہو چکے ہیں۔ ہاں ہمیں اس کا لحاظ ضرور کرنا چاہیے۔"

لینن طنزاً مسکرائے۔

"ہوں، یہ بات ہے، تمہیں مضمون تو پسند ہے لیکن جو باتیں اس میں کہی گئی ہیں ان سے اختلاف ہے۔"

زینوویف کے چہرے پر ناپسندیدگی کی جھلک آ گئی۔

"نہیں، بالکل نہیں۔ میں آپ کے استدلال سے تو بنیادی طور پر متفق ہوں مگر مجھے اس کے موقع کے مناسب ہونے پر شبہ ہے۔ میں نے آپ کے مضمون کی تو تعریف کی....."

"یعنی یہ بالشویکی انداز تحریر کا نمونہ تو ہے، مگر عملی حیثیت سے بے حقیقت ہے؟"

"ذرا ٹھہریئے۔ مجھے بات پوری کرنے دیجیے، شاید یہ اصولی ترتیب کا معاملہ ہے۔ آپ کو ذرا اسے معتدل کرنا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ مرکزی

منتظمہ کمیٹی کے سوشلسٹ انقلابی اور منشویک اپنے طرزِ عمل کی غلطی اور بالشویکوں کو "تکلیف دینے" میں خود انھیں جو خطرہ ہے اسے سمجھنے لگے ہیں انھیں یہ احساس ہو چلا ہے کہ اگر آپ بورژوا کو ایک انچ دیں گے تو وہ پورا گز لے لیں گے۔ ان حالات میں کیا یہ کوئی عقل کی بات ہے کہ...؟"

"اچھا۔ میں تمہارا مطلب سمجھا۔ تم درمیانی طبقہ کے اہل سیاست کو یہ موقع دینا چاہتے ہو کہ وہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیں۔ تم اب بھی یہ بھول نہیں سکے ہو کہ منشویک اور سوشلسٹ انقلابی اپنے کو سوشلسٹ کہتے ہیں۔ یہ طفلانہ سادگی یا کھلی ہوئی حماقت ہے اور اس سے سیاسیات میں بورژوا اخلاق کا دخل ہو رہا ہے۔ موجودہ سوویتیں انقلاب دشمن عناصر کی سازش میں براہ راست شریک ہیں ان حالات میں کیا کوئی گفتگو ان کی غلطیوں کے متعلق ہو سکتی ہے! انھوں نے ہم سے ہاتھ دھو لیا ہے اور دغا دے کر ہمیں انقلاب دشمن قوتوں کے حوالے کر دیا ہے اور وہ خود انقلاب دشمنی کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ اُن بھیڑوں کی طرح ہیں جنھوں نے اپنے گلے چھری کے نیچے رکھ دیے ہیں اور درد آمیز انداز سے چیخ رہی ہیں۔ خود طیا کوف کو یہ معلوم ہے۔ گریگوری منہ بسورنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بعض اوقات دشمن کو زیادہ صفائی سے صورت حال نظر آتی ہے ان سے سبق لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اُس چیتھڑے اخبار "نووئی سلوو" نے آجکل کی سوویتوں کے متعلق ٹھیک لکھا کہ وہ گوشت کے دانشوروں کی

طرح کے ہیں جو روز روشن میں راستہ بھول گئے ہوں۔ دفعتاً کسی نے کہا "ہمیں کا سکوں کو جلانا چاہیے!" اور سوویتوں نے اطمینان کی سانس لی اور کاسیکوں کو جلا دیا ... یہ ہے تمہاری آجکل کی سوویتوں کا حال!"

زینوویف نے بیماروں کی سی مسکراہٹ سے کہا "میری سوویتیں!"

"جہاں تک میرا تعلق ہے جولائی کے واقعات کے نتائج سے ایک بات صاف ہو جاتی ہے۔ انقلابی مزدور طبقہ کو آزادانہ طور پر حکومت پر قبضہ کر لینا چاہیے تب سوویتیں پھر سے قائم ہو جائیں گی مگر وہ موجودہ سوویتوں جیسی نہ ہوں گی، ان سوویتوں جیسی نہیں جنھوں نے انقلاب سے دھوکہ کیا۔ پرانی سوویتیں نہیں، بلکہ نئے ڈھنگ کی ٹھنگی ٹھنکائی اور جد و جہد کے تجربہ سے از سر نو بنی ہوئی!"

"یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن کیا یہ مناسب بات ہے ...؟"

"کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ عوام الناس سے سچ سچ بات کہہ دی جائے؟ ضرور ہے۔ عوام الناس کو حقیقت کا علم ہونا چاہیے۔ دھوکے سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک نہیں ہے!"

"اصولاً تو ٹھیک ہے ...."

"پھر اگر اصولاً ٹھیک ہے تو خاص حالات میں بھی یقیناً ٹھیک ہو گی ہمیشہ اور ہر حال میں!"

"اوہ ولادیمیر ایلیچ! آپ مجھ سے ایسی عام بات کیوں کہہ رہے ہیں جن سے میں بھی اتنا ہی مانوس ہوں جتنے آپ۔ آپ عام لفظوں میں بات

کر رہے ہیں اور میں طریق عمل کے بارے میں!"

"بہت ٹھیک۔ ہمارا طریق عمل یہی ہے کہ عوام سے سچی بات کہی جائے۔ سچ بات چاہے ہمارے مفید مطلب نہ ہو تو بھی عوام الناس سے کہنا چاہیے تبھی وہ ہم پر بھروسہ کریں گے۔ ہم اُس وقت اور صرف اسی وقت ناقابلِ شکست ہوں گے جب ہم عوام الناس سے سچ کہیں ہمیشہ اور تاریخ کے ہر موڑ پر، اگر ہم خواہش کو عمل نہ سمجھ لیں اور نام نہاد "تدبیر کے خیال" سے لوگوں کو جھوٹی باتیں نہ کہیں۔ اس لئے کہ جیسا ہمارے بعض رفیقوں کا خیال ہے روزمرہ کا طریق کار بنیادی مقصد سے زیادہ دور کی چیز نہیں ہے۔ لیکن میں زور سے بول رہا ہوں اور یہ بھول گیا ہوں کہ میں رُو پوش ہوں!"

زینوویف نے بدیقی کے انداز سے کہا: "ہاں بیشک آپ زور سے بولے ہم رو پوش ہیں اور اسی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ انقلابی مزدور کو آزادانہ طور پر اقتدار حاصل کرنے کے بارے میں اس وقت کچھ کہنا یا لکھنا غلط ہے، جیسا کہ آپ نے ابھی کہا ہے۔ اس سوال کو اس انداز سے اٹھا کر آپ الگ الگ غیر منظم کام کی ہمت افزائی کریں گے جس سے انقلاب دشمن قوتوں کو مدد ملے گی جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں!"

"مجھے امید ہے کہ تازہ ترین واقعات نے کارکنوں کو یہ سبق دے دیا ہے کہ وہ اشتعال میں نہ آئیں، یہ تو تم بخوبی دیکھ سکتے ہو کہ انقلاب کے پُر امن ارتقا کا دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اور ایک نئی منزل شروع ہوئی ہے

جس میں ہر چیز کا فیصلہ ہتھیاروں کی طاقت سے ہوگا کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا؟ حیرت ہے۔ میں تو صاف دیکھ رہا ہوں اور میں اسے تحریر میں لانا چاہتا ہوں۔ یقیناً میں یہی کر رہا ہوں۔"

زینوویف آزردہ ہو کر خاموش رہا۔ پیڑ کے ٹھنڈ پر بیٹھ کر اس نے لینن کے مسودہ کو پھر سے پڑھا اور اپنی کرخت آواز میں کہا:

اب بھی میری یہی رائے ہے کہ آپ تحریر پر نظر ثانی کریں میں سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون غصہ کی حالت میں لکھا گیا ہے۔ ڈانٹن اور سرتیلی پر غصہ بالکل حق بجانب ہے مگر غصہ کی رائے اچھی نہیں ہوتی۔"

"خوف کے مقابلہ میں تو غصہ یقیناً برا نہیں ہے۔ آئینی ڈیماکریٹوں کا اخبار "ریش" ہمیں وسکابوسلایوف طرز کے "بہادر" کہتا ہے۔ اچھا تو سائنس کی امداد سے علم سے مسلح ہو کر اور سوشل ارتقاء کے عمل کو اچھی طرح سمجھ کر وسکابوسلایوف کا گروہ روسیوں کی بری قسم نہیں ہے۔ بے باکی بے باکی اور پھر بے باکی یہ وسکابوسلایوف کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ تاریخ انسانی کے سب سے بڑے انقلابی ماہر تدبیر ڈانٹن کے ہیں۔"

ان دونوں کی بحث میں آواز کبھی اونچی ہوتی تھی اور کبھی نیچی اور کبھی اتنی دور جاتی تھی کہ یمیلیانوف ذرا خائف ہو گیا اور اس نے کولیا کو جھیل کی طرف اور جنگل میں داہنے رخ پر دیکھ بھال کے لئے بھیجا۔

یمیلیانوف معمولی گھرداری کے کاموں میں مصروف رہا اور بحث سنتا رہا وہ سوال آنے لینن کی طرف تھا۔ پارٹی کا پرانا جنگجو ہونے کی وجہ سے وہ

ہمیشہ مضبوط عمل کے حق میں تھا۔

بحث سنتے ہوئے اس کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ جی ہی جی میں کہہ رہا تھا کہ لینن ازینوویف کی خوب مرمت کر رہے ہیں۔ وہ اپنی مسکراہٹ کو اپنی کالی مونچھوں پر انگلی رکھ کر چھپا لیتا تھا کہ کہیں زینوویف دیکھ کر برا نہ مان جائے۔ اس چھوٹے سے جنگلی مقام میں لینن اُسے اپنی فیکٹری کے ڈائنمو کی یاد دلا رہا تھا۔ دیو ازیبا نصب جس کی اپنی اندرونی قوت سے پھڑپھڑاتا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ وہ نکل کر بھاگ جانا چاہتا ہے تیزی کے ساتھ۔

(۵)

تاہم زینوویف نے جو لینن کو خوب اچھی طرح جانتا تھا ان کی ذہنی کیفیت کا اندازہ کرنے میں غلطی نہیں کی۔ لینن کو درحقیقت بعض اوقات تنہائی اور غصہ کے احساس سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔

اُن کا دل عوام سے رابطہ کے لئے کشادہ رہتا تھا اور یہ جذبہ جو بیشتر ان کے دل میں نہیں ہوتا تھا غالباً کئی مہینے کے دماغی بوجھ، جلسوں اور کانفرنسوں میں تقریروں کے شدید تکان اور ظاہری سکون و اطمینان قائم رکھنے کی مسلسل کوشش کا نتیجہ تھا۔ جس کے لئے انہیں بڑی جدوجہد کرنا پڑتی تھی۔ ان پر جو بے شمار حملے ہوتے تھے اور تحقیر آمیز الزامات لگائے

جاتے تھے اُن کے باوجود ان کا متوازن اور طنزیہ رجحان اُن کے رفیقوں کو بھی حیرت میں ڈال دیتا تھا لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ زندگی بھر انہوں نے عملی کاموں کی خاطر اپنے جذبات کو دبائے رکھ کر یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ ضمناً یہ بات بتانی ضروری ہے کہ پھر بھی ان کے لئے یہ آسان کام نہیں تھا۔

عجیب بات یہ ہے کہ ایک بہت ہی غیر اہم واقعہ نے جسے انہوں نے خود پہلے بہت اہمیت نہیں دی تھی لینن کے توازن کو بگاڑ دیا۔

تین دن ہوئے جب کہ وہ رازلیف میں یمیلیانوف کے مکان کی اوپری منزل کے چھوٹے سے کمرہ میں روپوش تھے۔ انہوں نے یمیلیانوف سے کہا کہ سسترورسک کے کارخانہ کے بالشویک کارکنوں میں سے کوئی ہوشیار تیز فہم نوجوان تلاش کرو جو پیام برداری کا اہل ہو، یہ کام مشکل تو نہ تھا لیکن اس کے لئے ایسے آدمی کی ضرورت تھی جسے اپنے اوپر قابو ہو اور کام نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ایک پیامبر ہیڈ کوارٹر کی مرکزی کمیٹی سے لینن کے پاس آیا کرتا تھا۔ لیکن ایک آدمی وہ ایسا چاہتے تھے جو ہر وقت مل سکے اور ہنگامی اوقات میں وہ صدر مقام بھیج سکیں۔

یمیلیانوف نے وعدہ کیا کہ وہ کوئی آدمی لے آئے گا اور لینن نے تھوڑا سوچ کر یہ طے کیا کہ وہ اس آدمی کا ذرا امتحان لیں گے۔ انہوں نے یمیلیانوف سے کہا کہ وہ اس نوجوان کو شیڈ کے قریب یا اس کے اندر لے آئے۔ اور اس سے گفتگو کرے جسے خود لینن چھپ کر سنیں گے۔ اگر آدمی مناسب

معلوم ہوا تو وہ اوپر کے کمرہ سے اُتر آئیں گے اور اپنے کو دکھا دیں گے۔

دوسرے دن ایک کارکن یمیلیانوف کے پاس آیا۔ اوپر کے کمرہ کی دیوار کے ایک سوراخ سے لینن نے دونوں کو دیکھا۔ آنکھیں گڑا کر انہوں نے دونوں کو صحن سے آہستہ آہستہ گذرتے اور گھر کے قریب آتے اور پھر شیڈ کی طرف جاتے دیکھا۔ یمیلیانوف کے منتخب کئے ہوئے آدمی کے بشرے کو لینن نے پسند کیا۔ وہ ایک طاقتور صاف بالوں والا نوجوان تھا جو خندہ پیشانی اور پسندیدہ خدوخال کا تھا۔ یمیلیانوف اور اس کی بیوی سے وہ مہذب اور شائستہ انداز سے ملا۔ بیوی اس کے استقبال کے لئے آگئی تھی مگر پھر باغ میں جا کر گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

یمیلیانوف اس نوجوان کو شیڈ کے اندر لایا اور دونوں ایک میز کے پاس بیٹھ گئے۔ لینن کو ان تمام باتوں سے دلچسپی تھی اور وہ پیال پر لیٹ کر باتیں سننے لگے۔

یمیلیانوف نے اپنا گلا صاف کیا اور اپنا کان کمرہ کی طرف کر کے پوچھا:۔

"کہو ایگزی فیکٹری کے کیا حالات ہیں؟"

ایگزی نے جواب دیا: "حالات! بہت خراب۔ انہوں نے ہمیں بے بس کر دیا ہے، نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لئے بہتر یہی ہوگا کہ بھاگ جائیں، جہاں بھی ہو سکے۔"

"لیکن کیوں؟"

"یہ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ وہ ہمارا شکار کی طرح پیچھا کرکے مارنا چاہتے ہیں۔" جرمن جاسوس، ولیہم کے ایجنٹ! ہر چیز بھٹی میں پڑی ہے!"

یمیلیانوف نے بنچ پر سنبھل کر پہلو بدلا اور کہا۔ "یہ تو ہونا ہی تھا۔ مزدور طبقہ کے دشمنوں سے یہی امید کی جاسکتی تھی۔ ۔ ۔"

"دشمن! اکیلے دشمن ہی نہیں سبھی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ یہی بہتر ہے کہ بھاگ نکلو!"

"بھاگ، بھاگ، بس اس کے سوا تمہیں اور کوئی بات نہیں آتی، محض اس لئے کہ سڑک پر چلتے ہوئے لوگ ہر طرح کی خرافات بکتے ہیں، تم نے اپنے حواس کھو دیئے!"

"یالیسن کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔ یہ بھی سُنو . . . سڑک پر چلنے والے لوگ ہی نہیں۔ پرانے انقلابی بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ یہ لوگ تو خرافات بکنے والے نہیں ہیں۔ کیوں! بہت گندی۔ میں کہتا ہوں گندی!"

"ارے احمق آدمی، بیوقوف۔ ان سب خرافات پر تمہیں یقین ہے، اچھا بس کافی ہے۔ چلو چلیں!"

"بات یہ نہیں ہے کہ جیسے مجھے یقین ہی ہے . . . مگر ہم اور تم اس کے دل کا حال نہیں جان سکتے۔ کون جان سکتا ہے! ہم معمولی کارکن ہیں، مزدور۔ اور انہوں نے ساری زندگی ملک کے باہر گذاری ہے۔ کیا تم اس تمام مدت میں ان کے ساتھ تھے! آصف اور ملینوسکی کو تم خود جانتے ہو، ان پر بھی لوگوں کو بھروسہ تھا۔ اور ملینوسکی تو بالشویک

بھی تھا۔ مرکزی کمیٹی کا ممبر۔ یہ ساری باتیں میرا عجیب حال کردیتی ہیں، میں رات کو سو نہیں سکتا۔ اور خود لینن کے متعلق کیا ہے۔ روپوش ہو گئے ہیں، اگر وہ باہر آجائیں۔ عدالت کا سامنا کریں اور اپنی صفائی پیش کریں تو اور بات ہوجائے۔ لیکن وہ روپوش ہیں۔ اخبار لکھتے ہیں کہ وہ جرمنی چلے گئے ہیں۔

یمیلیانوف بڑی خستہ دلی سے بیٹھا تھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اوپر کے کمرہ کی آواز پر اتنی یکسوئی سے کان لگائے تھا کہ الیگزی کی باتیں بمشکل اسے سنائی دیں۔ شیڈ کے باہر ایک مرغ نے بانگ دی اور ایک کتے نے بھونکنا شروع کیا۔ یمیلیانوف چاہتا تھا کہ کتا بھونکتا رہے اور مرغ اور زور سے اور دیر تک بانگ دیتا رہے کہ الیگزی کے الفاظ کمرہ تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ دفعتاً کھڑا ہوگیا اور بنچ پیچھے دھکیل کر درشت لہجے میں کہا:

"میں نے تو تمہیں انسان سمجھا تھا، بہتر ہے، بس اب چلو چلیں، چلو چلیں!"

الیگزی نے کہا۔ "نیکولائی الیگزینڈرووچ، خفا ہونے کی بات نہیں ہے، میرا دل دکھی ہے اور جیسے ایک رفیق دوسرے سے کہتا ہے میں تم سے دل کی بات کہہ رہا ہوں!"

"اچھی بات ہے۔ اب چلو چلیں!"

الیگزی خاموش ہوگیا اور پھر دوسری طرف منہ پھیر کر کہا:

"کیا تم ابھی بیمار ہو؟"

"ہاں!"

دونوں شیڈ سے نکل گئے۔ ایگزی نے بھدے پن سے سلام کیا اور رخصت ہوگیا۔ یمیلیا نوف چند لمحے خاموش کھڑا رہا اور پھر آہستہ آہستہ شیڈ کی طرف واپس آیا۔ اس نے ٹھہر کر غور سے سننے کی کوشش کی۔ کوئی آواز نہیں آئی۔ وہ شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ اپنی قمیص ذرا سے نیچے کھینچ لی اور کمرہ کے زینے پر چڑھنے لگا۔ لینن ایک میز پر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ جب یمیلیا نوف کا سر دروازے سے نظر آیا تو لینن نے اُسے بڑے غور سے دیکھا اور پھر دفعتاً بشاش ہو کر کہا:

"خوب بڑے میاں، تم نے بڑھیا پیام بردار منتخب کیا۔ یقیناً بہت اچھا۔ مگر کچھ ہرج نہیں، کچھ ہرج نہیں۔ پریشان نہ ہو۔ پھر تو بد قسمتی سے یا خوش قسمتی سے یہاں خوش قسمتی سے مزدوروں کا سارا طبقہ ایک سا نہیں ہے۔" وہ دروازے کی طرف گئے اور پلتھی مار کر بیٹھ گئے اور یمیلیا نوف کے کندھے پر ہاتھ پھیر کر کہا: "پریشان نہ ہو۔"

یمیلیا نوف ذرا خوش ہوا، اطمینان کی سانس لی اور پھر مجرمانہ لہجے میں کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ مجھے لوگوں کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں۔"

لینن نے پھر آہستگی سے دہرایا: "پریشان نہ ہو۔" اور ان کی آواز سے معلوم ہوا کہ کسی خیال میں محو ہوگئے ہیں۔

بہرحال اس روز شام کو جب وہ یمیلیا نوف کے صحن سے ملی ہوئی چھوٹی سی جھیل کے کنارے ایک چھوٹے سے سرد غسل خانے میں بیٹھے اپنا مضمون "سیاسی صورت حال" لکھنے میں مصروف تھے تو انہوں نے اس واقعہ پر غور کیا اور دکھ محسوس کیا۔ محض اس لئے کہ یہ نوجوان شائستہ اور مخلص انسان تھا۔ اس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کافی پڑھا لکھا ہے اور پیٹرو گراڈ کے بہترین مزدوروں کی تہذیب اس میں موجود ہے۔ البتہ جب وہ صحن سے واپس ہوا تو لینن کو اس کی ہیئت پسند نہ آئی۔ اُس کی پشت ذرا موٹی تازی معلوم ہوتی تھی اور اس کے شانے جھکے ہوئے تھے۔ لیکن لینن نے خیال کیا کسی کی پشت کا ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ تو محض ان باتوں کا ردعمل ہے جو ابھی انہوں نے اوپر سے سن لی تھیں۔

غسل خانہ صاف اور ٹھنڈا تھا۔ یہاں دھندلکے میں بیٹھے ہوئے لینن مغموم ہوگئے۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ موڑ کر میز پر رکھ دیئے اور ان پر اپنا سر رکھ لیا۔ یہ ان کا ایک غیر معمولی انداز تھا۔ انہوں نے اندازہ کیا کہ ان پر شدید اعصابی تھکن کا دورہ ہے جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے انہیں سوئزرلینڈ کے قیام میں محسوس ہوا تھا اور اس وقت بھی جب وہ کراکاؤ کے قریب مقیم تھے۔ اس زمانے میں انہیں کام چھوڑ کر پہاڑ پر جانا پڑتا تھا، وہاں چہل قدمی کرتے کرتے تھک جاتے تھے۔ لیکن اب تو یہ ناممکن ہے۔ وہ اس غسل خانے اور برآمدے میں قید ہیں یا یوں کہئے کہ پیٹرو گراڈ

کے واقعات میں اور مختلف رجحانات کے اخبارات کے مضامین میں جو شور مچا رہے تھے اور توہین آمیز باتیں لکھتے تھے تاکہ مزدور طبقہ اور فوج کے سپاہی مخبوط ہو جائیں اور ان کی نظروں میں بالشویک پارٹی ذلیل ہو جائے۔

انھوں نے اپنا سر اٹھایا۔ اخبار کے صفحات میز پر پھیلے ہوئے تھے اور ہر سطر سے زہر ٹپک رہا تھا۔ آئینی ڈیماکریٹ پارٹی کے اخبار "ریش" کو لیجئے: "عوامی آزادی کی پارٹی لینن اور ان کے ساتھیوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کرتی ہے تاکہ روس کی آزادی اور امن محفوظ ہو جائے اور آئندہ اس میں رخنہ نہ پڑے۔"

"یہ اشتعال انگیزی کرنے والے ایجنٹ نہیں ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ ان کی سرگرمیوں نے انہیں بلا ارادہ یا بالارادہ ولہیم دوم کا ایجنٹ بنا دیا ہے..... پبلک کو حق ہے کہ وہ آزاد جمہوری حکومت سے مطالبہ کرے کہ وہ لینن کی سرگرمیوں کی بھرپور تحقیقات کرے ہم قریب مستقبل میں بالشویزم کا بار بار مطالعہ کریں گے۔" یہ ولادیمیر برنسیف نے لکھا تھا۔

"حضرات، جب ہم ان لوگوں کی آوازیں سنتے ہیں جو جرمنی کے راستے سے آئے ہیں اور جب ہم غور کرتے ہیں کہ وہ کیا تعلیم دے رہے ہیں تو یہ بات بالکل صاف معلوم ہوتی ہے کہ ان کا جرمنوں سے پرانا تعلق ہے اور یہ ان کے خیالات سے پورے طور پر متاثر ہیں۔ ان میں متعلق کوئی دو کی بات نہیں ہے۔" یہ آکتوبرسٹ ساوچ کی تقریر تھی۔

میلی یوکوف کی تقریر: "لینن سے متعلق جتنے معاملات ہیں ان کے بارے میں صرف یہ کہتا ہوں کہ انھیں گرفتار کرو، گرفتار کرو، گرفتار کرو۔"

پہلی کیڈٹ کور (۵۰۱ یونیورسٹی امبینک منٹ، جرچ انزنس) کے ہال میں ایس۔ اے کلیوسکی (میکسم) ممبر سوسائٹی آف ورکرس اینڈ سولجرس ڈیپوٹیز کا ایک لیکچر: "انقلابی یا انقلاب دشمن، لینن کے نظریہ کی تنقید داخلہ کی فیس ۳۰ کوپک۔"

بی بابو گبیر سے ناچ ۱۹، اتالین اسٹریٹ۔ آج شب کو ساڑھے دس بجے ایک پارٹی، ناگفتہ کی تنہائی کا ایک علاج، لینن کے بارے میں ایک گیت، سمندر کے کنارہ کا ایک نظارہ۔ بالشویک اور منشویک پر ایک گیت۔ ایک بوڑھے آدمی اور ایک شلجم کی کہانی۔ ہر بندگاڑی کا آدمی اور کئی دلچسپ چیزیں۔ ٹکٹ دس روبل۔

"عزیز بھائی کاسیکو! لامحدود صحرا کے آزاد سپوت، مادر روس تمہاری طرف ہاتھ بڑھاتی ہے اور دکھی آنسو بہاتی ہے۔ اپنی صفوں میں ایک یرماک یا ایک مینن پیدا کرو۔ شہری کو غنی کو پوزارسکی طرح مانو اور روس کو بچاؤ۔ لینن کی غداری، بدامنی اور شر بہت ہو چکی۔ اعلان کرو کہ بس ہو چکا، تلوار کی نوک پر امن قائم کرو۔ اور انعام میں دنیا کی تعریف حاصل کرو۔"

لینن کی آنکھیں حقارت سے چندھیا گئیں۔ غسل خانہ کی ذرا سی کھڑکی سے باہر تنہائی جھیل کی طرف دیکھتے ہوئے لینن کے دل میں خیال آیا کہ ہر

برائی سے کوئی نہ کوئی اچھائی پیدا ہوتی ہے۔ آئینی ڈیماکریٹ اور کرنسکی حد سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ بورژوا اخبارات کی لاکھوں کاپیاں جن میں طرح طرح سے بالشویکوں کو بدنام کیا گیا تھا عوام الناس کے وسیع حلقوں کو بالشویزم کا اندازہ لگانے میں مدد کر رہی ہیں۔ لیکن جب لوگ بالشویزم کا صحیح اندازہ لگا لیں گے تو آئینی ڈیماکریٹوں اور کرنسکی کا خاتمہ کر دیں گے۔ سوشلسٹ انقلابی اور منشویک جیسا کہ درمیانی طبقہ کا قاعدہ ہے روز روز اپنی رائے بدلتے تھے۔ ایک دن تو وہ لینن کے خلاف بے ہودہ الزامات کا جواب دیتے تھے اور خود سیرشلی کی زبان سے کہلاتے تھے کہ "لینن ایک نظریاتی اور بلند اصولوں کا پرچار کر رہا ہے" اور "لینن کے معاملہ" کی تحقیقات کے لئے کمیٹی بناتے تھے تو دوسرے دن وہ انھیں بے ہودہ الزامات کی ہمت افزائی کر کے تحقیقاتی کمیٹی کو توڑ دیتے تھے اور یہ مطالبہ کرتے تھے کہ لینن پر بورژوا عدالت میں مقدمہ چلانا چاہیے۔

لیکن لینن کو مزدوروں پر افسوس ہوا اور اس موٹی تازی پیٹھ والے انگرزی پر جو دشمنوں کے پروپیگنڈا سے غلط راستے پر پڑ گیا ہے اور جو اب تک موجودہ سوویتوں کے "پرانے انقلابیوں" پر اور بورژوا عدالتوں کے انصاف پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اس کی بھدی پیٹھ۔ اور بھاڑ میں جائے اس کی بھدی پیٹھ۔

انگرزی نے بے خیالی میں ملینوسکی کا بھی نام لے دیا تھا جس سے

لینن کے دل کا زخم جو ابھی بھرا نہیں تھا، پھر سے ابھر آیا۔ رومن وتسلاوچ ملینوسکی سنہ ۱۹۱۲ء میں پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں شامل کیا گیا تھا وہ چوتھی ریاستی ڈوما میں بالشویک جماعت کا لیڈر تھا جو بھڑکانے والا ایجنٹ ثابت ہوا اور خفیہ پولس سے اسے پانچسو روبل ماہوار تنخواہ ملتی تھی جو اس محکمے میں سب سے اونچی تنخواہ تھی۔ فروری کے انقلاب کے بعد بورژوا اخبارات نے ملینوسکی کے معاملہ میں بالشویکوں کو بری طرح ستایا اور لینن پر ملینوسکی کو پناہ دینے کا الزام لگایا۔ حقیقت واقعہ یہ تھی کہ لینن کو اس کا یقین نہ تھا کہ ملینوسکی غدار ہے حتی کہ ابھی چند ہی دن پہلے پولس کے کاغذات سے اس کی مفصل اور ناقابل تردید شہادت شائع ہوئی باوجودیکہ کئی رفیقوں نے لینن کو چتاونی دی، اور ندزدا کونشیانا خود تو جو لوگوں کے بارے میں بہت حساس تھی ملینوسکی کو پسند نہیں کرتی تھی اور ملینوسکی نے عجیب طرح سے دفعتاً اپنی مرضی سے ریاستی ڈوما سے استعفیٰ دے دیا اور بیرون ملک چلا گیا۔ پھر بھی لینن کو یقین نہیں آیا تھا۔ لینن کو نہ اس کا یقین تھا اور نہ وہ یقین کرنا چاہتے تھے۔ یہ کیوں؟ کیا اس وجہ سے کہ ملینوسکی ایک مزدور اور فرد تھا۔ لینن کا دل مزدور لوگوں کے بارے میں خاص طور پر بہت نرم تھا۔ نہ صرف بحیثیت مجموعی مزدور طبقہ کے لئے بلکہ خصوصاً ہر منفرد مزدور کے لئے، خواہ وہ سیاسی اعتبار سے بیدار ہو یا نہ ہو۔ وہ پلیخانوف جیسے سوشلسٹوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے جو یوں تو پرولتاری طبقہ کی پرستش کرتے تھے، اُن کے نام سے قسم کھاتے تھے

لیکن وینیا، فیدیا، تیا، آئیون ایوانوچ یا پیلاگیا پیٹروونا کے لئے کوئی جذبہ نہ تھا۔ ان کی سمجھ پر اعتبار کرتے تھے اور نہ جب پھر ان کی پروا کرتے تھے۔ ایسے سوشلسٹوں کے لئے "پرولتاری طبقہ" رفتہ رفتہ ایک بے ہنگم مبہم اور بے حقیقت اصطلاح بن گئی (ایک ایسا اصول جو ہڈیوں کے ڈھانچے کی طرح خشک اور بت کی طرح کھوکھلا تھا۔

بیشک لینن کو ملینوسکی کی ہوشمندانہ تقریروں پر فخر تھا جو وہ ڈوما میں ایک مزدور کی حیثیت سے کرتا تھا اور اس کے تحقیقی مزاج، علمی قابلیت اور کہانی کہنے کی قابلیت پر ناز تھا اور لینن کو امید تھی یہ شخص کبھی ترقی کرکے واقعی مزدور طبقہ کا لیڈر اور "روسی ببیل" بن جائے گا۔ حتیٰ کہ جب لینن نے سنا کہ ملینوسکی کی بیوی نے خودکشی کی کوشش کی تھی (اور اب یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اُسے اپنے شوہر کی غداری کا علم ہو گیا ہوگا) اور بعد کو جب ملینوسکی پرونین میں خوفزدہ اور گھبرایا ہوا پہنچا تو بھی لینن کو اس کی غداری کے امکان پر یقین نہ آیا اور یہ ساری باتیں انہوں نے اس پر محمول کیں کہ ملینوسکی کا عصبی نظام بگڑ گیا ہے اور اسے اس بات پر غصہ ہے کہ اس پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس تمام مدت میں مزدور لیڈر ملینوسکی جس کا ڈوما کے صدر اور نائب صدر پر بڑا رعب تھا اور جو لینن کی لکھی ہوئی پُرجوش تقریریں ڈوما میں کیا کرتا تھا ان تقریروں کی پیشگی نقل شعبہ پولیس کے ڈائرکٹر بلیٹسکی کو بھیجتا رہتا تھا۔

اب لینن نے بلند آواز سے کہا۔ "تو میرے معزز دوست ایگزی! مزدوروں میں ہر قسم کے لوگ ہیں"۔

لینن کے ذہن میں خیال گذرا کہ ایگزی اور اس کی طرح کے ذہین اور بوکھلائے ہوئے لوگوں کی پُرجوش تائید حاصل کرلینا کس قدر آسان ہے۔ لینن اب بھی اپنے کو پولیس کے حوالے کر سکتے تھے۔ لیکن ایگزی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ مقدمہ تو چلایا نہیں جائے گا بلکہ یہ ہوگا کہ وہ جیل خانے میں بند کردیئے جائیں گے اور واقعات پر اثر اندازی کے مواقع سے محروم کر دیئے جائیں گے اور بدسے بدتر یہ ہوگا جو قریب قریب یقینی ہے کہ انہیں جیل خانے کے راستے ہی میں قتل کر دیا جائے گا (یہ ایگزی کے لئے بہت اچھا عذر ہو جائے گا کہ وہ اپنے شبہات پر پشیماں ہو اور زینیا نوف کے شانے پر سر رکھ کر رو دے۔) لینن اگر یہ راستہ اختیار کریں تو یہ پیٹی بورژوا کے فریب خیال کے سامنے جھکنے کے مترادف ہوگا جو ایک پرولتاری انقلابی کے لئے ناقابلِ معافی جرم ہے۔

تاہم انسان کی فطرت اتنی کمزور ہے کہ اگرچہ یہ ساری باتیں واضح طور پر لینن کے سامنے تھیں پھر بھی وہ اس سے باز نہ رہ سکے کہ اپنے دماغ میں وہ تقریر تیار کریں جو وہ بورژوا عدالت کے سامنے کرتے۔ اپنے تصور میں وہ وکیل سرکار کی تقریریں سنتے تھے اور ان کا جواب دیتے تھے اور بالشویزم کی پندرہ سالہ تاریخ اور اس کے اصول و اغراض و مقاصد کی توضیح کرتے تھے۔ جاسوسی کا احمقانہ الزام ایسا تھا کہ اس کا محض یہ

خود مقدمہ چلانے والوں پر واضح ہو جاتا۔ یہ الزام ایک جرمن جاسوس کاریول یرمولنکو کی شہادت پر مبنی تھا جسے روسی جوابی جاسوسی عملے نے گرفتار کیا تھا۔ شاید یرمولنکو نے یہ بیان کیا تھا کہ جرمن جنرل اسٹاف کے جن افسروں نے اسے بھرتی کیا تھا انہوں نے کہا تھا کہ لینن اور دیگر بالشویک بھی جرمن ایجنٹ ہیں۔ یہ کوئی بالکل ہی جاہل آدمی یقین کر سکتا تھا کہ جرمن فوجی جنرل اسٹاف کے افسران کسی نئے چھوٹے درجے کے ایجنٹ سے اپنے نظام کی تفصیلات بتاتے۔ یہ ساری "شہادتیں" گذشتہ مئی کے مہینے ہی میں، روسی جوابی جاسوسی شعبہ اور اس کے چیف جنرل ڈینی کن نے فرضی بنائی تھیں اور اس وقت یہ محض اپنی لغویت کی بنا پر شائع نہیں کی گئی تھیں۔ جولائی میں جا کر جب وزیر انصاف پیریورزیف ایک مسلح مظاہرے سے خوفزدہ ہوئے تو انہوں نے غدار الیگزنسکی کی مدد سے اس ذلیل اور بیہودہ الزام کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ فوجیوں کی نظر میں بالشویک ذلیل ہو جائیں گے۔

مقدمے کے دوران میں بیہودہ الزامات کو جھوٹا ثابت کرنا سب سے زیادہ آسان بات تھی۔ لیکن وہ اپنے تصور میں "گواہوں" کے چہرے دیکھ رہے تھے۔ گرگوری الیگزنسکی بے پناہ ہوس رکھنے والا مسلون اور تمام غداروں کی طرح قابل نفرت۔ انہوں نے برشیوکی بغا جیکٹ بھی دیکھی جو اپنے کو انقلابی تشدد پسند کہتا تھا حالانکہ اس نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ اس کی آنکھیں تیز تھیں، چہرہ پر بھدی ڈاڑھی کا حاشیہ تھا۔ انہوں نے انارکسٹ

جھیلے بوریس ساونکوف کو بھی دیکھا جو اٹھلا کر چلتا تھا۔ انہوں نے سابق مارکسی پوٹریسوف کو اور سابق بالشویک جیشکو دسکی کو بھی دیکھا اور ان سب "سابقوں" کو دیکھا جن کی پروفیسروں جیسی ڈاڑھیاں اور لٹکتے ہوئے رخسار تھے۔ انہوں نے ان کے نفرت اور خوف سے بھرے ہوئے الفاظ سنے اور ان کا جواب دیا۔ ان کے جھوٹ اور جہالت، انقلاب سے نفرت اور عوام الناس سے خوف، روسی مزدور طبقے سے ان کی حقارت، پرولتاری جمہوریہ سے ان کی بیزاری، یورپین طرز کی بورژوا جمہوریہ اور اس کے طریق کار اور اس کے "مارکسی" شراب خانوں اور گانے والی چوکیوں کی مدح سرائی کو پکڑ لیا۔ وہ عدالت میں یا جہاں یہ چاہیں ان کا سامنا کر کے یہ ظاہر کرنے کے لئے اپنے کو بالکل تیار پاتے تھے کہ وہ ان سے کتنی نفرت کرتے ہیں۔ شاید سب سے زیادہ خواہش انہیں پلیخانوف کا روبرو سامنے اور اس کی آنکھ سے آنکھ ملانے اور دست گریباں ہونے کی تھی۔ اب جب کہ لینن انقلاب کے ساتھ ساتھ ترقی کر چکے تھے۔ حالیہ تجربات کے باوجود لینن کے لئے یہ بات ایک صدمہ اور ناامیدی کے مترادف تھی کہ بین الاقوامیت کے علمبردار پلیخانوف کی اتنی زبردست کایا پلٹ ہو گئی کہ وہ ایک معمولی روسی جنگ باز بن گیا۔ انقلابی پلیخانوف ایک مخبوط اعتدال پسند بن گیا۔

تاریخ ایک گورکھ دھندا ہے۔ ممکن ہے کہ والٹیر اور خود روسو بھی اگر وہ فرانسیسی انقلاب دیکھنے کے لئے زندہ رہتے تو اس کی مخالفت کرتے حالانکہ

جس کی تحریک انھیں کے خیالات سے ہوئی تھی۔ ٹھیک وقت پر مرجانا کتنی خوش نصیبی ہے۔ بلیخنوف سے یہ نہ ہوسکا۔

لینن تنہائی کے تخیلات میں مست عدالت کے سامنے اپنی تقریر یا تقریریں مرتب کرتے رہے۔ اُن کی آنکھوں میں مقابلہ کرنے کی جولانی تھی اور اُن کے ہونٹ مسکراہٹ سے خم ہو رہے تھے۔

درمیانی طبقہ کے حلقوں میں اُن کے جو سیاسی مخالفین تھے اُن سے لینن کی نفرت پروپگنڈا کے طریقوں سے بالکل علاحدہ تھی۔ انھیں درحقیقت اُن کے مضامین، اُن کی تقریروں، اُن کی وضع قطع اور عادات، اُن کے بھلے پند و نصائح اور ان کے لمبے چوڑے وعدوں سے سخت ترین نفرت تھی۔ کبھی کبھی انھیں اس پر سخت حیرت ہوتی تھی کہ یہ لوگ دنیا میں ہونے والے واقعات سے کس درجہ بے خبر ہیں۔ کرنسکی تو انھیں بالکل اُس نوجوان جیسا معلوم ہوتا تھا جس کی ذہنی نشو ونما ناقص ہے اور جو محض ایک شور مچانے والا اور غیر ترقی یافتہ ہے۔ ڈان اور ٹسریٹلی بدسرشت، چورچھوکرے ہیں۔ مارتوف بچوں جیسا کمزور اور مضمحل ہے۔ چرنوف ایک زیٹ خوردہ بڑا لڑکا ہے۔ روسی انقلاب کی اہمیت اور وسعت کے پس منظر میں یہ سب لینن کو اتنے بے ربط اور حقیر معلوم ہوتے تھے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ انہوں نے ان لوگوں کو کسی وقت میں اہمیت دی۔

تاہم ان کی ساخت روس کے غیر شائستہ لوگوں کے نمونے پر ہوئی تھی

جو اپنی سنہلوتی فطرت کا مظاہرہ کرتے اور گول مول باتیں کرتے ہیں۔ ان کے وعدوں اور نعروں سے غیر شائستہ لوگوں کے دماغ بھی مختل ہو جاتے۔ اس وقت کا اہم ترین کام یہ ہے کہ ان کے اثر کو بالکل ختم کر دیا جائے، جب تک یہ نہ ہو جائے اس وقت تک اصلی دشمن طاقتور بورژوا اور پوشیدہ اور نیم پوشیدہ مخالفین انقلاب ملی یوکوف اور مکلاکوف، رایا بوشنسکی اور ڈشچنکو سے جنگ کرنے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ان لوگوں کو اپنا مقصد معلوم ہے۔ یہ عملی لوگ ہیں اور ایسے لوگ بڑے کاروبار کے لئے ناپ تول کا دماغ رکھتے ہیں جو سیاست کو بالکل کاروباری انداز سے برتتے ہیں جن کو باتوں پر بھروسہ نہیں ہے اور جنھیں معلوم ہے کہ بیل کا سینگ کدھر سے پکڑنا چاہیے۔ جنگ دراصل انھیں سے ہے اس لئے کہ جولائی کے بعد سے اقتدار انھیں کے ہاتھوں میں ہے اور جن عدالتوں کے سامنے انگریزی کا خیال لینن کو پیش کرنے کا تھا وہ انھیں کی عدالتیں ہیں۔

چنانچہ یہ بہت ضروری ہے کہ مزدوروں پر آج کل کے سوویتوں کی مصالحانہ روش کے فریب کی مضرت واضح کی جائے اور کرنسکیوں اور پیریورزیوں کے انصاف کی حقیقت کا پردہ فاش کیا جائے۔

اس روز شام کو چھوٹے سے سرد غسل خانے میں بیٹھے بیٹھے لینن نے دو مضمونوں کا خاکہ اپنے ذہن میں بنایا جن کے عنوان تھے "نعروں کے بارے میں" اور "آئینی فریبوں کے بارے میں"۔

لینن جھونپڑے کے پاس جھاڑیوں کے بیچ میں اپنی خود ساختہ میز پر بیٹھے ہوئے ان مضمونوں میں سے پہلا مضمون تقریباً مکمل کر چکے تھے کہ انہوں نے ہوشیار کرنے والی سیٹی کی آواز سنی۔ یہ اشارہ ان کا آپس میں طے کیا ہوا تھا، اور انہوں نے یمیلیا نوف کے سب سے بڑے لڑکے سترہ سالہ شاشا کو سبزہ زار کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔ لینن تیزی سے اس کے پاس گئے اور اخبارات کا بھاری بنڈل جو شاشا بغل میں لئے آرہا تھا وہ اس سے لے لیا۔ ایک لفظ بولے بغیر وہ بجھتی ہوئی آگ کے قریب زینوویف اور یمیلیانوف کے پاس میں گھاس پر بیٹھ گئے اور اخبارات پڑھنے لگے۔ لینن کی زبان سے وقتاً فوقتاً "اچھا یہ بات"، "اچھا یہ بات"، "آہا" اور "ہوں ہوں" جیسے پُرمعنی الفاظ نکل جاتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی سے دل ہی دل میں گرما گرم بحث کر رہے ہوں۔ اُن کی آنکھوں میں یکے بعد دیگرے حقارت، اشتعال انگیز جوش، طمانیت اور مقابلہ کرنے کے جذبات جھلک جاتے تھے...۔

بالآخر انہوں نے سر اٹھایا اور کہا: "وہ سزائے موت پھر سے رائج کرنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ یہ ایک تار کورنیلوف کا ہے جس کا لہجہ اعلانِ جنگ کا ہے۔ "پاگل اور جاہل لوگوں کی ایک فوج جسے مسلسل بددیانتی اور اخلاقی گراوٹ سے حکومت محفوظ نہیں رکھ سکی اور جسے انسانی شرافت کا مطلق لحاظ نہیں ہے، پسپا ہو رہی ہے، یا تو اس کے فرار کو روکا جائے گا اور اس شرمناک رجعت کو انقلابی حکومت دھو ڈالے گی

یا اگر یہ ناممکن ہوگا تو تاریخ کی رفتار لازمی طور پر دوسرے لوگوں کو آگے لائے گی جو اس مذلت کو دور کرنے کے ساتھ انقلاب کے کارناموں کو بھی برباد کر دیں گے اور اس طرح ملک کو خوشحال نہ کر سکیں گے...۔" گریگوری، تم دیکھتے ہو کہ اس میں کیسی دھمکی چھپی ہوئی ہے! بہت ہی دلچسپ، بہت ہی معنی خیز! آگے بڑھ کر اس کا لہجہ اور تیز ہو گیا ہے۔ "میں جنرل کورنیلوف جس کی ساری زندگی ہوش سنبھالنے کے وقت سے ملک کی خدمت میں صرف ہوئی ہے یہ اعلان کرتا ہوں کہ مادرِ وطن خطرے میں ہے...۔ عارضی قدم کے طور پر یہ ضروری ہے...!" "عارضی" اُسے ساری حقیقت کہنے کی جرأت نہیں ہے اس لئے گول مول بات کر رہا ہے۔ "یہ ملک کا عقیدت شعار خادم"! "یہ اقدام جس کی ضرورت غیر معمولی طور پر خطرناک صورت حال میں ہوئی ہے یہ ہے کہ سزائے موت کو از سر نو رائج کیا جائے اور فوجی کارروائیوں کے میدان میں بالاعلان کورٹ مارشل قائم کئے جائیں"۔ اب ذرا سنجیدگی کی بات ہوئی۔ اس میں کوئی ابہام نہیں ہے یا کم از کم زیادہ نہیں ہے۔ اور دیکھو یہ گورنمنٹ کا فرمان ہے سزائے موت بحال کرنے کے متعلق جس پر کرنسکی، ایفریموف، یاکوبووچ کے دستخط ہیں۔ اس اعلانِ جنگ کی تعمیل بھی ہو گئی بہت ہی معمولی تبدیلی کے ساتھ۔ بالکل بھڑ بھڑیے کرنسکی کے مزاج کے مطابق۔ انہوں نے بالاعلان کورٹ مارشل نہیں بلکہ فوجی انقلابی عدالتیں قائم کر دی ہیں۔ دیکھو اس طرح یہ بہتر معلوم ہوتا ہے تاکہ عوام الناس اس کارروائی کو انقلابی قسم کی سمجھ لیں۔ کورنیلوف کی تائید پر ایک خوفناک انقلابی

بورس ساونکوف، ناول نگار تشدد پسند ہے۔ "موت کی سزا ان لوگوں کے
لئے جو ملک، زمین اور آزادی کے لئے اپنی جان کی قربانی دینے سے انکار کریں"
مدورجہ کی انقلابی لفاظی جن کے اندر لغویت کے سوا کچھ نہیں ہے اس لئے
کہ نہ کہیں زمین ہے اور نہ آزادی۔ اور اس اثنا میں سوویٹ مرکزی انتظامی
کمیٹی کیا کر رہی ہے! ہمارے سوشلسٹوں کا رویہ کیا ہے! آہا۔ میں سمجھا میں
سمجھا، یہ رہا: "روسی جمہوریہ کے نمائندہ اداروں کے لیڈر؛" مزدوروں اور
فوجیوں کی نمائندہ سوویتوں کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی اور کسانوں کے
نمائندوں کی انتظامی کمیٹی کی رپورٹ۔ کرنسکی کی تقریر: "گورنمنٹ دس کو بچائے گی
اور اگر عقل، شرافت اور ضمیر کے دلائل ناکافی ہوئے تو فولاد اور خون سے نظم
قائم کرے گی:" یہ ہماری طرف اشارہ ہے، گرفتاری، قتل اور بیہودہ الزامات
عقل و شرافت اور ضمیر کے دلائل خیال کئے گئے ہیں۔ نیکولائی سیمیونووچ
چیکدزے نے خود جواب دیا ہے۔ اس نے عارضی حکومت کا بھرپور ساتھ دینے
کا وعدہ کیا ہے۔ دیکھا۔ دیکھا! کرنسکی نے چیکدزے کو گلے لگایا ہے اور دونوں
ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں۔ روسی تاریخ کے حالات میں یہ قلمبند ہونا چاہئے
کہ درمیانی طبقے کے لوگ سزائے موت بحال کرتے ہیں ایک دوسرے سے بوس و
کنار کرتے ہیں۔ مسٹر فیوڈرڈان ایک تجویز پیش کرتا ہے۔ سزائے موت کی بحالی
کے سلسلہ میں بہت ہی باموقع، بہت ہی باموقع کہ جس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے
کہ گرگوری نزپرادوچ پر مقدمہ چلایا جائے۔ یہ وہی فیوڈرڈان ہے جو پندرہ
سال پہلے میری کتاب "کیا کرنا چاہئے؟" میونخ سے باکو تک دو بڑے چیدے

کے سوٹ کیس میں رکھ کر لایا تھا۔ اس کتاب کی تعریف میں اس نے زمین آسمان
کے قلابے ملا دیئے تھے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس کتاب میں اس وقت بھی
ہم نے اپنے مقصد کا اعلان کیا تھا یعنی سوشلسٹ انقلاب۔ اُدہ۔ تاریخ کے
پیچ و خم! اور بالشویکوں کا قلع قمع کرنے کے لئے جو فوجیں بلائی گئی ہیں وہ
پیٹروگراڈ پہنچ چکی ہیں۔ ۱۷۷ ویں ازبوسکی رجمنٹ، وِنڈسکی انفینٹری رجمنٹ
کولٹ کی توپیں کمانڈ مع مشین گن اور تیسری نان کمیشن افسران کے اسکول کی
فوج۔ یہ سب پہنچ چکی ہیں۔ چودھویں مناوسکی رجمنٹ نے پہلیں اسکوائر میں میدان
جنگ کے انداز میں پریڈ کی۔ اور اسے سلامی کھنے دی۔ او ہو ہو ہو۔ کوئی
اور نہیں وکٹر شیرنوف سوشلسٹ انقلابی لیڈر اور بورژوا حکومت کے
وزیر حالات بوناپارٹ جیسی آمریت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور سوشلسٹ وزراء
اس کے نقاب کا کام کر رہے ہیں۔ پیٹروگراڈ گیریزن کے افسران کی ہنگامی
کانفرنس۔ یہ صورت حال کو سابق مارکسیوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ کپتان
ژوراویوف کہتا ہے کہ "سوویتوں جیسی پیشہ ور جماعتیں حکومت کے کاروبار
انجام دینے کی نااہل ہیں:" کپتان ملووینوف کی تجویز ہے کہ سزائے موت
عقب میں بھی رائج کی جائے اور اس کا نفاذ غیر فوجیوں پر بھی ہونا چاہیئے
کاسیکون کا لفٹنٹ خوسوتوف اس سے بھی بہتر انداز سے اور ٹھیک ٹھیک
کہتا ہے: "سرجن کی ضرورت ہے۔ ایک سرجن یعنی ایک واحد فوجی آمریت:"
یہ زیادہ صفائی سے کہتا ہے۔ اور ایک صاحب آر پوزیف کے نام سے جو
یقیناً فرضی نام ہے۔ ایک اور چھوٹا سا ٹکڑا ہے لیکن اس میں سے ایک

آئینی ڈیماکریٹ کی بوصاف طور پر آتی ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کا عنوان بہت ہی معنی خیز ہے یعنی "وہ" یہ ایک چھوٹا سا شاعرانہ مضمون ہے جس میں بہت واضح سیاسی پس منظر ہے۔ یہ آئینی ڈیماکریٹ، بے شک یہ بھی ڈیماکریٹ ہے، لکھتا ہے کہ میں نے گذشتہ ماہ کے دوران میں اکثر اس کے متعلق سوچا۔ میں نے اس کا تصور کرنے کی کوشش کی، میں نے آتے جاتے لوگوں میں اس کی شکل و شباہت کا آدمی دیکھنے کی کوشش کی، میں نے اس کا نام بہت سے اُن غیر مانوس ناموں میں بھی تلاش کیا جو آئے دن ہمارے اخباروں میں چھپتے رہتے ہیں۔ ہر گذرنے والے دن کے ساتھ مجھے اس کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ وہ ضرور ظاہر ہوگا۔ وہ کون ہے؟ یقیناً ایک فوجی آدمی، ایک افسر، ایک معمولی فوجی افسر، یا ممکن ہے کہ کوئی نوجوان کپتان ہو۔ آجکل کے زمانے میں عہدے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہنرمند کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے۔ وہ دل جلا ہوگا، ضدی اور زبردست جاہ طلب۔ لیکن اسے ان باتوں کو چھپانے کا طریقہ آتا ہوگا۔ وہ دماغ کا بالکل ٹھنڈا اور سنجیدہ ہے۔ وہ ذرا بھی خوش فہمی کا شکار نہیں ہے، تلوار کی طرح تیز اور لوچدار ہے۔ "مادرِ وطن"۔ "آزادی"۔ "پرولتار"۔ "مساوات"۔ "جمہوریت"۔ "سوشلزم"۔ "کلی خوش حالی" جیسے الفاظ سے وہ بالکل متاثر نہیں ہوتا۔ وہ دیکھتا ہے، انتظار کرتا ہے اور اندازہ لگاتا ہے۔ ۳ جولائی کو سانڈوویا میں گولی چلنے کے واقعہ کے بعد میں نے ایک لمحہ غور کیا کہ میں نے اُسے کہیں دیکھا ہے۔ جوش میں بھرا ہوا مجمع سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پھر جیسے کوئی تیراک لہروں پر جا رہا ہو۔ چند لوگوں کے کندھوں پر ایک افسر جرمن کوٹ پہنے ہوئے نمودار ہوا جس کی آستین پر تین دھاریاں تھیں۔ اس کے کندھے پر ایک رائفل تھی جو اس نے ابھی ایک سرخ محافظ سے لی تھی۔ وہ لمبا، بجیلا اور نرم نہ تھا۔ اس کی چمکدار سیاہ آنکھوں میں تیز اور چبھتی ہوئی روشنی تھی۔ اس کے قد و قامت سے مجھے نوجوان نپولین کی یاد آئی لیکن بہر نوع پیرا ایک لمحے بھر کا فریبِ نظر تھا۔ قارئین کیا آپ اس کے قدموں کی چاپ دور سے نہیں سن سکتے؟ پیٹروگراڈ کی سفید راتوں کی نیلی روشنی میں کیا آپ کو معلوم نہیں ہوتا کہ ایک دیو ہیکر سایہ زمین سے اٹھ کر آسمان تک بلند ہو رہا ہے؟"

اچھا دیکھئے یہ ہیں بورژوا کے خواب! بورژوا کو بہت صاف نظر آتا ہے کہ پیٹروگراڈ کی سفید راتوں کی نیلی روشنی میں تحقیر پرولتار کا دیو ہیکر سایہ زمین سے آسمان تک بلند ہو رہا ہے۔ وہ اسے دیکھ کر خوف سے لرز جاتا ہے اور یہ خواب دیکھتا ہے کہ اس سائے کو ایک اور سایہ ڈھانک لے جس کے یہ منتظر تھے یعنی ایک روسی بوناپارٹ کا سایہ جو سرخ محافظ سے چھینی ہوئی ایک رائفل لئے ہوئے ہے۔ اس کے محبوب ڈکٹیٹر کا سایہ جو اتنا خشک مزاج ہے کہ "مادرِ وطن"۔ "آزادی"۔ "پرولتار"۔ "سوشلزم" اور "کلی خوشحالی" جیسے الفاظ اس پر مطلق اثر انداز نہیں ہوتے ۔۔۔ اس کے لئے تو معمولی فوجی افسر یا کپتان بالکل لغو چیزیں ہیں۔ محض خوش آیند الفاظ۔ ان کو تو ایک معمولی فوجی افسر نہیں بلکہ ایک بڑے جنرل کا انتظار ہے، شاید

وہی شخص جس نے اپنی ساری زندگی "عقیدت مندانہ خدمت میں گذاری ہو اور جس نے محض ایک عارضی تدبیر کے طور پر سزائے موت بحال کی ہے بلکہ یہ آریوزیوف جیسے لوگ اپنے ہی گھر میں بیٹھ کر اندازے لگا رہے ہیں۔ یہ پروفیسر اور وکیل سمجھتے ہیں کہ عوام الناس محض ایک ہجوم ہیں جن کو تاریخ نے رد کر دیا ہے، ان کو اب بھی پورا یقین ہے کہ یہ وزارتوں کے ردوبدل سے اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہاں ایک نظم بھی ہے

اوہ سلیخ میں بادرچی کے ساتھ
جس نے ایک یادہ پُر جوش گانے گائے
ارے اردس، دیکھ اس گڑھے میں
نہ گر جانا جو بالشویکوں نے تیرے لئے کھودے ہیں....
میں ریاکاری برداشت نہیں کر سکتا
اور عورتوں کے بوسے مجھے سرور دیتے ہیں
اچھا تو اب اپنی نسوانی مکاریاں ایک طرف رکھو
اور مجھے یہ بتاؤ کہ لینن کہاں چھپا ہے

ہوں، ہوں.... اور یہ ایک بری خبر ہے۔ بولیں بیں بالشویک اخبارات "اترو پراودی" اور "کنبر" بند کر دیے گئے ہیں۔ ہیلسنگفارس میں انہوں نے وولنا کو بند کر دیا ہے۔ کرونسٹاٹ میں "گولوس پراودی" پر پابندی لگ گئی ہے۔ گریگوری، اتم نے اپنا مضمون پورا کر لیا؟ اب تک نہیں؟ اچھا بہرحال اسے ختم کرو، میں اپنا مضمون ختم کر رہا ہوں۔ اچھا پریشان نہ ہو۔

ہم کہیں نہ کہیں انھیں چھپوا ہی لیں گے، شاباش، تم اتنے مغموم کیوں ہو۔ ڈرو نہیں۔ وہ گھر بیٹھے اندازے لگا رہے ہیں۔ میں شکرگزار ہوں کہ تم اخبار لائے حالانکہ اس کے ساتھ بری خبریں بھی لائے، اخلاقی کردار کو مضبوط کرنے کے لئے بری خبریں اچھی ہوتی ہیں۔ اچھا تم تو چل پڑے؟ اپنی ماں سے میرا سلام کہنا۔ اچھا تو، اب وقت تو خدا حافظ کل اخبار کون لائے گا؟

(۷)

دوپہر تک گرمی بہت بڑھ گئی تھی۔ گرمی ایک ٹھوس بھاری بوجھ کی طرح سبزہ زار پر مسلط تھی۔ سایہ بھی جو رکھاوے کے لئے سیاہ تھا بالکل تسلی بخش نہ تھا اس سے بھی گرمی نکلتی تھی۔ گرگٹ، ڈنک والی مکھیاں اور بھڑوں کے جھنڈ کے جھنڈ اس سائے میں پناہ لیتے تھے مگر بے سود۔

لینن بار بار اپنا کام چھوڑ کر یمیلیانوف کی طرف دیکھتے تھے جو تھوڑی دور پر کمر تک ننگے ہو کر گھاس کاٹ رہے تھے۔

یمیلیانوف گھاس اس لئے کاٹتے تھے کہ کسی کو شبہ نہ ہو اور پیال کا ڈھیر اونچا ہوتا رہے جیسا کہ پیال ڈھیر کرنے کے عمل میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ کام وہ جم کر کر رہے تھے اور ہوشیاری کے ساتھ۔ دراصل وہ ہر فن مولا تھے۔ اس جگہ گھاس کاٹنا آسان نہ تھا۔ لینن نے ایک دو دفعہ کوشش کی مگر درانتی توڑ دی۔ بہت سے درختوں کے ٹنڈ گھاس میں چھپے ہوئے تھے۔ لینن جب

جب کوٹھے پر رہتے تھے تو انہیں دروازے سے جھانک کر یہ دیکھتے ہوئے لطف آتا تھا کہ ییلیا نوف بڑھئی کے کام میں یا زمین کھودنے میں مصروف ہے اور اس کی بیوی دو سالہ گوشا کو گود میں لئے ہوئے صحن میں ایک چھوٹے سے اینٹوں کے چولھے پر کھانا پکا رہی ہے۔ اُس کی نرم پلکوں پر پسینے کے قطرے تھے اور اس کے خوبصورت چہرہ پر شرم و حیا کی جھلک تھی۔ لینن کو یہ احساس ہوا کہ یہ مزدور طبقہ کے لوگ درحقیقت انقلاب پسند ہیں اور مزدور طبقے کی آزادی کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیں گے۔ کتنی خوشی سے وہ لینن کو اپنے گھر میں چھپانے پر آمادہ ہو گئے حالانکہ اس سے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا تھا۔ لیکن خاندان پھر خاندان ہی ہے، اور آئندہ خواہ کچھ بھی ہونے والا ہو، وہ جب تک ممکن ہے اپنے گھر کا انتظام مستعدی اور سلیقے سے کرتے ہیں، سبزی کی کیاریوں میں پانی دیتے ہیں، کھانا پکاتے ہیں، گھر کی مٹی کی دیوار کی مرمت کرتے ہیں۔ اپنے سات بچوں کی پرورش کرتے ہیں تاکہ وہ اچھے اور ایماندار بنیں اور اس کے لئے نہ انہیں جھڑکتے ہیں نہ ڈانٹتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی دیانت مستقل سچائی اور مسلسل محنت سے خود اپنے لئے اور دوسروں کے لئے نمونہ قائم کرتے ہیں پچھلے چند برسوں میں یہ پہلا مزدور طبقے کا خاندان تھا جس سے لینن کا قریبی ربط قائم ہوا۔ بچوں کی زبان سے وہ روسی الفاظ سن کر خوش ہوتے تھے اب تک انھیں کبھی بچوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور جن بچوں سے انہیں سابقہ پڑا تھا وہ عموماً پناہ گزینوں کے تھے جو فرانسیسی یا جرمن زبان بولتے تھے علی الصباح بے خوابی سے پریشان ہو کر وہ آہستہ آہستہ کوٹھے سے اترتے اور دبے

پاؤں ان بچوں کے پاس سے ہو کر گذرتے جو پیال پر سوتے ہوتے تھے۔ یہ بچے جن کے رخسار گلابی اور جسم گرم ہوتے ہاتھ پھیلائے ہوئے لیٹے ہوتے اور ان کے ہموار تنفس اور بچپن کے خراٹے لینن کے دل پر گہرا اثر ڈالتے، ان کا جی چاہتا تھا کہ ان کی بیوی بھی یہ منظر دیکھتیں۔ ایسے موقع پر انہیں ییلیا نوف، اس کے گھریلو افکار اور مسرتوں پر رشک آنے لگتا اس لئے کہ عملی انقلابی ہونے کی وجہ سے وہ ان سے محروم تھے اور ہمیشہ محروم رہیں گے

جب یہ لوگ سو کر اٹھتے تو سارا خاندان کسی نہ کسی کام میں لگ جاتا اور ہر ایک اپنی استطاعت کے مطابق سارے خاندان کے مفاد کے لئے کام کرتا۔

لینن کو اس بڑے خاندان کی بغیر ہا ہی کی سرگرمی بہت پسند تھی۔ جب وہ انھیں کام میں لگے دیکھتے جیسے اس وقت ییلیا نوف کو درانتی چلاتے دیکھ رہے تھے تو وہ خود جسمانی محنت کی خواہش سے بے قرار ہو جاتے تھے۔ وہ خود زمین کھودنا، لکڑی گھڑنا، غلیظ اٹھانا اور فرش صاف کرنا چاہتے تھے لیکن اس جذبے کو جلد بھول جاتے تھے اور پھر اپنے مضمون اور اخبارات کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ایک بار پھر دوسرے قسم کے جذبات دل میں بھڑکنے لگتے تھے۔ یعنی عوام کی خواہشات اور ان کے مصائب اور مختلف جماعتوں کی فریب کار سازشیں۔

کولیا جب جھیل کے ساحل کی دیکھ بھال سے واپس آیا تو اس نے پھر لینن کو اپنے کام میں منہمک پایا۔ جھونپڑے کے پاس بیٹھے بیٹھے، کولیا دیر تک لینن کو دیکھتا رہا کہ وہ کس طرح لکھتے ہیں، سوچتے ہیں کھڑے

ہوتے ہیں، دو چار قدم اِدھر اُدھر ٹہلتے ہیں اور شدید گرمی کا کچھ خیال نہیں کرتے
گویا چاہتا تھا کہ لینن کو جھیل میں پیرنے کے لئے بلائے مگر اُسے لینن کے کام
میں مخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس لئے کہ اُسے اپنے باپ کے خفا ہونے
کا ڈر تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد گویا پھر جھیل کی طرف واپس گیا۔ وہاں ایک پوشیدہ
مقام پر چند بنسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک لے کر وہ مچھلی پکڑنے
بیٹھ گیا۔ لیکن اسے ایک مچھلی بھی نہیں ملی اس لئے کہ سہ پہر کے وقت سخت
گرمی تھی۔ اس نے بنسی الگ رکھ دی اور ایک پوشیدہ جگہ سے کمان اور چند تیر
نکالے، ایک شکار اس نے مارا۔ صبح کا سارا وقت اس نے جھونپڑے کے گرد
چکر لگانے میں صرف کیا تھا اور دیکھ بھال کا جو کام اس کے سپرد کیا گیا تھا اُسے
پابندی سے انجام دیتا رہا۔ وہ سہارے سے رستوں پر چلتا تھا اور آہستہ سے
شاخوں کو ہٹاتا تھا۔ سوکھے کھڑے ہوئے درختوں کی عجیب شکل کو غور سے
دیکھتا تھا اور جنگل کی مبہم آوازوں اور جھاڑیوں میں سے مچھروں کی بھنبھناہٹ
کان لگا کر سنتا تھا۔

ایک گھنی جھاڑی میں جب وہ گھسا تو اس نے درانتی چلنے کی غیر مسلسل
سرسراہٹ سنی اور دبے پاؤں جنگل کی ایک کھلی جگہ میں پہنچا جہاں پیال جمع
کرنے کا کام رسولوف کو سپرد کیا گیا تھا۔ یہ بھی ایک سسٹرورسک کا مزدور تھا
جو ییلیانوف کے گھر سے قریب ہی رازلیف میں رہتا تھا۔

گویا لیٹ گیا اور لیٹے لیٹے تھوڑی دور کھسک کر ایک درخت کے پیچھے

بالکل خاموش کھڑا ہو گیا۔ رسولوف گھاس کاٹ رہا تھا اور بیچ بیچ ٹھہر کر پیشانی
سے پسینہ پونچھتا تھا۔ احتیاط کے ساتھ ہلکے ہلکے ہاتھ چلاتا تھا اور جب کبھی
اس کی درانتی درخت کی جڑ سے یا گھاس کے نیچے چھپے ہوئے مٹی کے ڈھیلے سے
ٹکرا جاتی تو منہ ہی منہ میں کوستا تھا۔ گویا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھیں لینن
کی طرح سکڑی ہوئی تھیں، اور گو وہ رسولوف اور اس کے لڑکے ڈیما کو
اچھی طرح جانتا تھا لیکن ذرا دلچسپی لینے کے لئے اس نے ایسی صورت بنائی
جیسے رسولوف کو نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ عارضی حکومت کے سراغرساں کو
دیکھ رہا ہے جو پیال جمع کرنے والے کے بھیس میں لینن کی جستجو میں تھے۔ اپنی
دائیں مٹھی باندھ کر اس نے پہلی انگلی اس طرح آگے کی جیسے ریوالور کا نشانہ
لے رہا ہو اور ہوشیاری سے رسولوف کی پیشانی کی طرف اور پھر اس کے
سینے کی طرف نشانہ لیا۔ پھر اس کی سمجھ میں آگیا کہ نشانہ کہاں پر لگانا چاہیئے۔
کہ ایک ہی گولی میں چوہے کا خاتمہ ہو جائے۔ اور دوبارہ گولی نہ چلانا پڑے
جس سے دوسرے جاسوس جو ہر درخت کے پیچھے چھپے ہوئے ہوں خبردار
ہو جائیں۔

اس دوران میں رسولوف نے ہاتھ روک لیا۔ اپنی درانتی مٹھی بھر
گھاس سے صاف کی اور اپنے جھونپڑے کی دیوار سے ٹکا کر ایک آدھ
مرتبہ بڑبڑایا اور پھر کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ اس نے تھیلے سے روٹی کا ایک
ٹکڑا نکالا اور ایک بوتل سورج مکھی کے بیجوں کے تیل کی، مٹھی بھر تازے
پیاز اور چند کھیرے۔ وہ ایک پیال کے ڈھیر سے ٹیکہ لگا کر اس طرح بیٹھا تھا کہ

کولیا کی طرف اس کا بازو تھا اور کولیا نے یہ طے کیا ابھی اس کی جان نہ لے اس لئے کہ اس وقت گولی چلانا بے سود اور بے موقع ہوگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر گھنے جنگل میں گھس گیا اور بائیں ہاتھ کی طرف چلا۔ وہ حسب معمول احتیاط سے چل رہا تھا اور جب کوئی آواز سنائی دیتی تو اپنے پیروں کے نشان مٹا دیتا۔ تھوڑی دیر میں وہ ایک بڑے سے ڈکموڑے کے پاس پہنچ گیا اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہرا اور سانس روک کر چیونٹیوں کو دیکھنے لگا۔ جیسے شاید وہ بھی کہیں جاسوس نہ نکلیں۔ چیونٹیاں اوپر نیچے اور ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں اور ایک دوسرے پر رینگ رہی تھیں۔ لیکن وہ کولیا کی موجودگی سے باخبر تھیں اس لئے کہ بڑی تیزی سے اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھیں جیسے وہ بھی انقلاب کرنے والی ہوں۔ شاید ان میں بھی کوئی ٹرٹسکی تھا۔ ایک چیونٹی ایک سرخ ڈنٹھل گھسیٹے لئے جا رہی تھی، شاید وہ بالشویک ہو۔ بس ایک ہی کام چیونٹیاں نہیں کر رہی تھیں یعنی وہ جلسے نہیں کرتی تھیں، وہ سارے کام خاموشی سے کرتی تھیں اور وہ سورج مکھی کے بیچ یوسکی کے فوجیوں کی طرح نہیں چھپتی تھیں۔

کولیا نے ڈکموڑے کا چکر کاٹا اور پھر جھیل کے ساحل کا رخ کیا۔ اب وہ چھپے رہنے، زمین سے کان لگائے رہنے، ہر آواز پر دم بخود ٹھہرنے اور یہ خیال کرنے سے کہ چاروں طرف جاسوس اور کازاک ہیں، ذرا اکتا گیا تھا۔ لیکن جب وہ جھیل پر پہنچا تو پھر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ جھیل پر ایک کشتی نظر آئی، اس کا دل دھک سے ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ فوراً

"گولوس پراودی" بھی! ہمارے کرونشٹاٹ کے کامریڈ نے یہ کیسے ہونے دیا؟"

"اس کی جگہ "پرولتارسکو یا دیلو" نکل آیا۔ یہ نیا اخبار "گولوس پراودی" کے بند ہونے کے دوسرے ہی دن نکل آیا۔ لیوڈملا نکولایونا اسٹال اس کے اڈیٹر ہیں۔"

لینن نے "بہت خوب" کا نعرہ لگایا اور زینوویف کی طرف مڑ کر کہا "دیکھو جیسا کہ تم نے اور میں نے خیال کیا تھا، کرونشٹاٹ کے ساتھیوں نے ہمارا سر نیچا نہیں کیا۔"

وہ اپنے کام کی جگہ پر گئے جو ایک جھاڑی میں تھی اور ایک لمحہ بعد اپنے مسودے لئے ہوئے واپس آئے۔ "بیٹھو کامریڈ زوف، میں ابھی تمہیں سب باتیں بتلائے دیتا ہوں۔ یہ دو مضمون ہیں جو میں نے ابھی لکھے ہیں۔ ایک "سیاسی صورت حال" اور دوسرا "پرنس لووف کے ہم مضمون ہیں" اور یہ ایک اور مضمون جو میں نے پہلے پیٹروگراڈ میں آئینی ڈیماکریٹوں کے وزارت چھوڑنے پر لکھا تھا۔ یہ مضامین "پرولتارسکو یا دیلو" میں دینا۔ میں نے "مسلح بغاوت" کے الفاظ کو بدل کر ہر جگہ "فیصلہ کن جدوجہد" کے الفاظ کر دیئے ہیں تاکہ حکام اخبار کو قابل اعتراض سمجھ کر ممنوع نہ کر دیں۔ اب ہمارے پاس یہی ایک اخبار رہ گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ مزدوران الفاظ کا صحیح مطلب سمجھ جائیں گے۔ اس کی اشاعت کتنی ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ اب تک اس کا پہلا ہی شمارہ نکلا ہے۔ اگلی مرتبہ جب میں آؤں گا تو اور زیادہ ٹھیک بتا سکوں گا۔ اور یہ کچھ خطوط

ہیں۔ نڈزدا کونسٹانٹی نوونا اور کامریڈ لیلینا اچھی طرح ہیں۔ وہ کچھ کپڑے اور کھانا کل ٹوکاریوا کے ہاتھ بھیجیں گے؟"

"بہت اچھی بات ہے۔ ان کے ہاتھ میں ایک اور مضمون بھیجوں گا۔ آج میں اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ مضمون بہت ہی اہم ہے۔ اب ہم "پرولتارسکویا ڈیلو" کو اپنی اور گریگوری کی دستخطوں سے لکھیں گے یہ ضروری ہے کہ نہ صرف کرونسٹاٹ کو بلکہ پیٹروگراڈ کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہم زندہ ہیں اور کام کر رہے ہیں اور اس گندے الزام کی تردید کرتے ہیں۔"

لینن لکھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ زوف بغور دیکھتا رہا کہ کس قدر کریہا اور تیزی سے لکھتے ہیں۔ ان کے چاروں طرف مچھر بھنبھنا رہے تھے اور بڑی بڑی مکھیاں چھاپے مارتی تھیں مگر یہ بائیں ہاتھ سے بے پروائی کے ساتھ انہیں ہٹا دیتے تھے۔

زینوویف نے پوچھا: "پیٹروگراڈ میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا انقلابی دستوں کو غیر مسلح کر دیا گیا ہے؟"

زوف نے لینن کی طرف سے توجہ ہٹا کر کہنا شروع کیا:

"ہاں میں آج ہی صبح کو سویرے پیلس اسکوائر گیا تھا جب انہوں نے پہلی مشین گن رجمنٹ کو غیر مسلح کیا۔ اسکوائر کے چاروں طرف فوج تھی ونٹر پیلس کے پاس کاسیک اور دوسو اور دستے تھے۔ جنرل اسٹاف کی عمارت کے پاس بائیسکل سوار کھڑے تھے اور وزارتِ خزانہ اور وزارتِ خارجہ کے راستے پر پہلی گارڈس ڈویژن تھی۔ الیگزینڈر کالم کے چاروں طرف جنگجو

اور سمیانوفسکی رجمنٹوں کی بٹالین اور محاذ جنگ سے آئے ہوئے انقلاب شکن دستے تھے۔ سیوچسکی پل لاریوں سے بھرا ہوا تھا جن پر مشین گنیں چڑھی ہوئی تھیں۔ ہمارے مشین گن والے سپاہی الگ الگ دستوں میں آگے بڑھے اور اپنے اسلحہ اسکوائر کے بیچ میں رکھ دیئے۔ غیر مسلح ہونے کے بعد سپاہی محافظوں کے ساتھ سویانوی گورودوک بھیج دیئے گئے۔"

زینوویف نے سر ہلا کر پوچھا:

"اُن کا کیا حشر ہوگا؟"

"شاید محاذِ جنگ پر سزا یافتہ بٹالین میں شامل ہونے کے لئے بھیج دیئے جائیں گے۔"

لینن کاغذات لئے بیٹھے تھے اور وہیں سے انہوں نے سوال کیا: "اور یہ تو بتاؤ کہ کیا انہوں نے بلا مزاحمت اسلحہ حوالے کر دیئے؟ یقیناً ایسا تو نہ کیا ہوگا؟"

"جب اسلحہ حوالے کئے گئے تو کئی مشین گنیں غائب تھیں۔ اس پر بڑا شور و غل ہوا۔ لفٹننٹ کو زمین اتنا پیچھے کہ منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔"

"تو انہوں نے اسلحہ چھپا دیئے۔ یہ انہوں نے مزدوروں کو دے دیا ہوگا۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ بڑے اچھے لوگ ہیں۔ اس کے متعلق جتنا بھی معلوم کر سکتے ہو معلوم کرنا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ بہت ہی ضروری۔ اور میرا خیال ہے کہ سپاہیوں کا مزاج بہت بگڑا ہوا ہوگا۔ اُن میں سے کسی سے تم نے بات بھی کی تھی؟ ایک سے تو تم نے ضرور بات کی ہوگی؟"

میں نے بوریسوف سے بات کی۔ وہ سب بہت بپھرے ہوئے تھے۔ غصہ بھی تھا اور ناراضگی بھی۔ بوریسوف ولادیمیر گوبرنیا کا کسان ہے اور سیاسی طور پر بہت بیدار ہے۔ مجھے دیکھ کر اس کے آنسو اُبل پڑے مگر جب اُسے جھڑکا گیا تو اس نے مُکا دکھایا اور کہا: "اچھی بات ہے۔ وہ ہمیں محاذِ جنگ پر بھیجیں۔ ہم وہاں بھی وہ کام کریں گے جس سے وہ خوش نہ ہوں گے۔"

"بوریسوف! یہ بوریسوف کون ہے؟ کیا میں اسے جانتا ہوں؟" لینن نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

"شاید ہی . . ."

لینن نے کہا: "شاید ہی۔ یہ اچھی بات ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی طرح کے بہت سے لوگ ہیں۔" وہ پھر کاغذات پر جُھک گئے اور لکھنے لگے۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور زینوویف کو خط دیا۔ زینوویف اسے پڑھ رہا تھا کہ لینن پھر زوت کی طرف متوجہ ہوئے: "اب میں تمہیں ایک اور اہم کام سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی اہم ہے۔ اسٹاک ہام میں میں اپنی ایک نوٹ بک چھوڑ آیا ہوں۔ ندزدا کونسٹین ٹی نوونا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ یہ نیلی نوٹ بک ہے جس پر سخت قسم کی دفتی ہے۔ اس کا عنوان دفتی پر لکھا ہے: "ریاست کے متعلق مارکسی نظریہ" یہ جلد سے جلد میرے پاس پہنچ جانی چاہیے۔ یاد رکھنا۔ نیلی نوٹ بک۔ یہ ضرورت سے زیادہ اہم ہے۔ تم یاد رکھو گے؟"

"ضرور!"

"یہاں سے سیدھے تم کہاں جاؤ گے؟"

"وابورگ۔ میں یہ مضامین ندزدا کونسٹانٹی نوونا کو دے دوں گا۔ انہیں فوراً ٹائپ کیا جائے گا اور کل صبح سے پہلے کامریڈ اشال کے ذریعہ سے کرونشٹاٹ پہنچ جائیں گے۔"

"بہت خوب۔ ندزدا کونسٹانٹی نوونا سے کہنا کہ وہ یہاں نہ آئیں۔ یقیناً اُن کی نگرانی ہوتی ہوگی۔ نیلی نوٹ بک کو نہ بھولنا۔"

زینوویف خط لکھنے میں بہت مصروف تھا۔ مگر لینن کے نیلی نوٹ بک طلب کرنے پر اُسے سخت حیرت ہوئی۔ وہ اس نوٹ بک سے خوب واقف تھا۔ پورونینو میں اور بعد کو زیوریخ میں لینن نے اس میں وہ ساری باتیں نقل کر لی تھیں جو مارکس اور اینگلز نے کبھی ریاست کے بارے میں کہی تھیں۔ اس جنگل کے جھونپڑے میں نوٹ بک منگانے پر لینن کے اصرار سے زینوویف کو لینن کی یمیلیانوف سے گوبھی کی قیمت یا میٹھے پانی کی مچھلی کے ساتھ یا اس کے بغیر مچھلی کے شوربے کے مزے پر گفتگو کرنے سے کچھ کم تعجب نہیں ہوا۔ جولائی کے واقعات اور بالشویکی رجمنٹوں کو غیر مسلح کرنے کے بعد سے خالص نظریاتی تجزیہ میں اُلجھنے کی کوئی معقولیت بظاہر نظر نہیں آتی تھی۔ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں ہے کہ لینن دنیا کے حالات کے متعلق اپنے کانوں میں اُنگلی ڈال لینا چاہتے ہیں اور پیچیدہ منطقی معموں میں اپنے دماغ کو اُلجھائے رکھنا چاہتے ہیں! اور یا واقعی انہیں یقین ہے کہ اگر یہ نوٹ بک ایک کتابچے میں

منتقل کردی جائے تو اس سے کوئی بھی کام نکلے گا یا ذرہ برابر بھی اس کا اثر ہوگا خواہ وہ جھیل کے پار اُس دور دراز مقام سے لوگوں تک کبھی پہنچ بھی جائے!
اور ایک مرتبہ پھر زینوویف کو محسوس ہوا کہ لینن کی خوش مزاجی محض مصنوعی ہے اور یہ کہ وہ زوف اور بیلیایوف کے سامنے اور اس کے پہلے خود زینوویف کے سامنے اپنی بلند ہمتی کی نمائش کرنا چاہتے تھے۔

زینوویف نے خط پر دستخط کرکے زوف کے حوالے کیا اور کنکھیوں سے لینن کو دیکھنے لگا۔ لینن ننگے پیر گھاس پر کھڑے تھے۔ ان کی کالی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور اُن کی آنکھوں سے چمک پیدا ہو رہی تھی۔ وہی حسب معمول چمک جو ان کی آنکھوں میں اشتعال کے وقت پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ وہ زوف کو جاتے ہوئے دیکھنے کے لئے آگے بڑھے اور زینوویف نے زوف کو اُن سے کہتے ہوئے سنا کہ ایلنکو، میخاوشین، اور اردیتو بیانات گرفتار ہوگئے لیکن لینن برابر انھیں چیزوں کے متعلق کہتے رہے جن سے ان کو سب سے زیادہ دلچسپی تھی جیسے کہ انھوں نے کوئی بُری خبر سُنی ہی نہ ہو۔

"نوٹ بک میں جو کچھ لکھا ہے بہت تفصیل سے لکھا ہے اور بہت اچھی طرح لکھا ہے کہیں کہیں تشریح بھی کی گئی ہے۔ یہ بہت باریک خط میں لکھی ہے مگر صاف پڑھی جاتی ہے اور حل کرنے کی کوشش نہ کرنا پڑے گی ورنہ اُلجھن ہوگی۔ اس میں پرولتاری آمریت کے نہایت ہی موقت مسائل سے بحث کی گئی ہے ...."

اُن کی آواز فاصلہ میں مدھم ہو گئی۔

زینوویف نے اپنے ہونٹ چبا کر جی میں کہا کہ نہیں مجھے ہمت کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ مجھ میں کمزوری ہو اور ہمت نہ ہونے کی وجہ سے اپنی شکستوں اور مصیبتوں سے گھبرا گیا ہوں۔ لیکن وہ؟ وہ کیا ہیں؟ ہیگل کی عالمی روح کا مجسمہ؟

لینن کے واپس آنے پر زینوویف نے کہا:

گرمی بہت سخت ہے۔ کام نہیں ہوسکتا۔ میرا دماغ بُری طرح مختل ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں مجھے لیٹ کر آرام کرنا چاہیے۔ کیوں؟

وہ جھکتے جھکتے جھونپڑے میں چلے گئے اور بہت جلد خاموش ہو گئے۔

زینوویف نے اپنے جی میں کہا۔ "عالمی روح" اپنے جھونپڑے میں جاکر سو رہی ہے؟ گویا اس نے ہیگل کے مشہور جملے کا مطلب بیان کیا۔ اُس نے بیلیایوف سے کہا:

"نیکولائی الیگزینڈرووچ، ہمیں کچھ مدت کے لئے اطمینان سے کام کرنا چاہیے۔ آؤ چلیں نہ ذرا جھیل میں ایک غوطہ لگانے"

وہ دونوں ٹہلتے ہوئے جھیل کی طرف گئے اور کولیا کو جھونپڑے کے پاس پہرے کے لئے چھوڑا۔ کولیا اُسی درخت کے ٹنڈ پر بیٹھ گیا جس پر عموماً لینن بیٹھتے تھے اور بہت جلد اسے نیند آنے لگی۔ اس نے کوشش کی کہ نیند نہ آئے۔ باپ اور ماں کا مسلسل انتباہ یاد آگیا کہ ہمیشہ چوکس رہو۔ دفعتاً اُسے اپنی ماں کی یاد آگئی اور اُس سے دوری کا احساس ہوا لیکن اس نے

فوراً اپنے جی میں کہا کہ ایک اسکاؤٹ کے لئے یہ احساس بجا ہے۔ وہ کھڑا ہو گیا اور لینن کی طرح اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

(۸)

ییلیا نوف کی بیوی اس تمام مدت میں بڑے انبساط کی حالت میں دن گذارتی رہی۔ جو کام بھی وہ کر رہی ہو، برتن دھونے، شوربہ تیار کرنے، کپڑے دھونے، ترکاریوں کی روش سے گھاس نکالنے، موزوں پر رفو کرنے یا بچوں کو سلانے کا کام، اپنے ذہن میں وہ یہی کھتی تھی کہ وہ اپنے صحن کے کنارے تالاب کے پاس کھڑی ہے جو سرسبز واشکی راز لیو کی جھیل سے ایک نالے کے ذریعہ سے ملا ہوا تھا اور ہمیشہ اپنے کو اسی انداز سے دیکھتی تھی کہ اس کی پشت جھیل کی طرف ہے اور اس کے ہاتھ پورے طور پر پھیلے ہوئے ہیں جیسے وہ جھیل کی اور اس کے آگے چراگاہ کی جہاں اس کا جھونپڑا تھا ساری دشمن دنیا کے مقابلے میں حفاظت کر رہی ہو

اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ روشن اور کان پہلے سے زیادہ تیز ہو گئے۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ گرد و پیش کی تمام باتوں پر نظر رکھتی ہے۔ ان چیزوں پر بھی جنھیں پہلے وہ نظر انداز کر دیا کرتی تھی۔ وہ پیر کی چاپ سے پہچان لیتی تھی کہ جھول دار جھاڑی کے اس پار چلنے والا مرد ہے یا عورت، اور دروں سے یا سڑک پر سے جو آوازیں آتی تھیں ان پر اب وہ توجہ کرتی تھی۔ اُن

پر سوچتی تھی۔

اس نے محسوس کیا کہ اُسے اپنے شوہر اور لڑکے کی کم فکر ہے حالانکہ اگر یہ چھپنے کی جگہ معلوم ہو جائے تو انہیں سنگین ترین نتیجوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اُسے یہ انکشاف ہوا کہ اب وہ ان کے متعلق بہت کم سوچتی ہے۔ اسے صرف لینن اور ان کی سلامتی کا خیال تھا جس کا انحصار اس پر اور اس کے خاندان پر تھا۔

یہ مبہم لیکن زبردست احساسات اس کے دل میں جوش رہے تھے۔ وہ الفاظ میں تو اظہار نہیں کر سکتی تھی مگر یہ محسوس کرتی تھی کہ وہ کسی بڑے معاملہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ ماں اور عورت کے احساس کی وجہ سے لینن کی شخصیت کی اہمیت کو وہ اپنے شوہر سے زیادہ گہرائی سے دیکھتی تھی ییلیا نوف کو اچھی طرح معلوم تھا کہ پارٹی کے لیے لینن کی کتنی ضرورت ہے لیکن وہ لینن کو اسی نظر سے دیکھتا تھا جیسے کوئی پارٹی کا رکن اپنے لیڈر کو دیکھے یا ایک سپاہی اپنے کمانڈر کو۔ وہ کسی ایک فرد سے زیادہ مقصد کو اہمیت دیتا ہے۔

اس کی بیوی کا رویہ بھی یہی تھا۔ جب تک اس نے لینن سے ملاقات نہیں کی تھی۔ اس نے پارٹی کے لیڈر کو روپوش کرنے کے متعلق پارٹی کی ہدایات کو ایک حکم کی طرح قبول کر لیا تھا۔ عملی طور پر اس نے فوراً سوچنا شروع کر دیا کہ انہیں کہاں رکھا جائے، کیسے کھلایا جائے اور بستر کیا جائے۔ اس کا مکان سڑک کے قریب جنگلے سے بالکل ملا ہوا

تھا۔ اس نے اس کے ناموافق ہونے کے بارے میں کئی ٹھیک ٹھیک باتیں کہی تھیں اور نیز پڑوسیوں کے سیاسی خیالات اور ایسی ہی دوسری باتوں کے بارے میں۔ مختصر یہ کہ بحیثیت ایک بالشویک کے اور پارٹی کے ایک جنگجو کارکن کی بیوی کے جس نے ۱۹۰۵ء کے انقلاب میں اسلحہ اور بہت سی خلاف قانون چیزیں چھپا رکھی تھیں، جس کے مکان کی کئی بار تلاشی ہو چکی تھی جس کے شوہر کو کئی بار قید بھی ہو چکی تھی، اور جو ہمیشہ مصیبتوں اور ناگواریوں کے لئے جو اس کی موجودہ حالت سے متعلق تھیں، تیار رہتی تھی۔ اس نے وہ سب کچھ کیا جس کی وہ عادی تھی۔

لیکن جب لینن اس کے مکان میں آئے تو اس کی معتدل مزاجی اور عملی رویہ بالکل بدل گیا۔

لینن ویسے نہ تھے جس کی وہ متوقع تھی۔ ان کی سادگی، غیر معمولی موقع شناسی اور ان کی خوش مزاجی اور ملنسار طبیعت اس کے لئے باعث حیرت تھیں۔ ظاہر ہے کہ اسے یہ توقع نہ تھی کہ ایک مشہور آدمی اتنا صاف دل اور بے تصنع ہوگا۔ لینن نے اس سے اور اس کے شوہر اور لڑکوں اور اس کے روزمرہ کے کاموں میں جو گہری اور تقریباً تشنگی کی دلچسپی لی اس سے وہ مسحور ہو گئی۔ یہ دلچسپی بہت ہی عام انسانی دلچسپی تھی لوگوں کے ساتھ لیکن اس میں ایک اور دلچسپی بھی شامل تھی جو اتنی سادی نہ تھی اور عام روزمرہ کی دلچسپی نہ تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اس دلچسپی کا مرکز اس کے لڑکے کولیا، خاشا، کوندراتی، گوشا، لیووا اور تولیا اور ان کے چھوٹے

کام اور معمولی ضروریات تھیں، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ دلچسپی کسی بلند تر چیز سے تھی یعنی تمام مزدوروں سے اور ان کے افکار اور تجربات زندگی سے جب وہ کسی چیز کے متعلق لینن سے بات کرتے تو لینن اکثر سوچتے اور کہتے:

"بہت دلچسپ ہے ....."

"بہت اہم ہے ....."

"ہمیں اسے نظر میں رکھنا چاہئے ....."

یہ بات تو صاف تھی کہ جب کبھی وہ لوگوں کی ضروریات اور زندگی کے متعلق کوئی مشاہدہ حاصل کرتے تو وہ کتنا ہی چھوٹا ہو، اس کو خاص طور پر تولتے تھے اور جو کچھ انہیں معلوم ہوا یا سنا اس کو وہ زیادہ وسیع پیمانے پر پیمائش کرتے تھے۔ جن لوگوں کے ساتھ وہ رہتے تھے ان کے ساتھ برتتے رہتے تھے لیکن ایسوں کے ساتھ جو ان کے ساتھ نہیں تھے یعنی بکثرت لوگ جنہیں وہ ذاتی طور پر جانتے بھی نہ تھے۔ اُن کے ساتھ بھی ہوتے تھے، وہ ایک فن کار کی طرح تھے جو دوسرے لوگوں کی طرح ایک منظر کی تعریف کرتا یا لوگوں پر نظر ڈالتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ وہ اپنے تخیل کو بھی کام میں لاتا ہے جیسا کہ اور لوگ نہیں کرتے اور یہ سوچتا ہے کہ "میں اس کی تصویر اتاروں گا" "میں اس کی تصویر اتار سکتا ہوں" یا "میرے تصور کے لئے یہ کارآمد ہوگا"۔

لینن جب ندزدا کو سارا گھر کا کام صرف داہنے ہاتھ سے کرتے دیکھتے تھے اس لئے کہ بائیں ہاتھ میں وہ گوشا کو لئے ہوتی تو وہ اپنا سر ہلاتے اور چلتے چلتے کہتے:

"ہمیں کنڈرا کارٹن قائم کرنے چاہئیں تاکہ مائیں کسی حد تک گھر کی روزمرہ کی فکروں سے آزاد ہو جائیں۔"

دن میں کئی دفعہ اسے برتن دھونے پڑتے تھے۔ عموماً وہ یہ سب کام مشین کی طرح کرتی تھی اور ایک دفعہ جب لینن نے خلاف توقع یہ کہا تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔

"ہم سستے کینٹین (کھانے کی جگہیں) کھولیں گے تاکہ عورتیں محض چھوٹی چھوٹی چیزوں میں نہ مصروف رہیں بلکہ بڑے کام بھی کر سکیں۔"

اس کے گھریلو کاموں سے لینن کی اس دلچسپی سے اس کا جی خوش ہو جاتا گو وہ سمجھتی تھی کہ اس کا خطاب صرف اسی سے نہیں ہے۔

ایک دفعہ لینن نے ایسی بات کہی جس سے اُسے غیر معمولی حیرت ہوئی:-

"انقلاب اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب عورتیں اس کی مدد کریں اور اس میں حصہ لیں۔"

شام کو دن بھر کی مشقت کے بعد لینن کوٹھے سے زینے کے ذریعہ نیچے اترتے۔ زینے پر ان کے پیروں کی چاپ سن کر سارے خاندان کی کایا پلٹ ہو جاتی اور بچوں کی آنکھیں اُن کی گرماگرم اور دلچسپ باتیں سننے کے انتظار میں چمکنے لگتیں۔

نذزدا موزے رفو کرتی ہوتی یا فرش پر جھاڑو دیتی ہوتی یا چائے لگا رہی ہوتی تو لینن جو باتیں لڑکوں سے کرتے ہوتے انہیں سنتی اور اُسے

یہ دیکھ کر خوشی ہوتی کہ لڑکے ایسی گفتگو میں حصہ لے رہے ہیں جس سے اس کے خیال میں وہ زیادہ ہوشمند اور وسیع خیال ہو جائیں گے۔ لینن سائبیریا کی جلاوطنی کا حال بیان کرتے، مغرب کے مرکزی شہروں کا حال، سوئزرلینڈ کی برفانی چٹانوں اور جھیلوں کا حال اور مختلف ملکوں کے لوگوں کے رہن سہن کا حال۔

لڑکے دم بخود بیٹھے ہوتے اور نذزدا جس قدر ہو سکتا آہستہ سے چلتی پھرتی اور جب لڑکے قہقہہ لگاتے تو وہ ہلکے سے مسکرا دیتی۔

ایک دن لینن نے ان سے اپنے بچپن کا حال بیان کیا، اور اپنے بڑے بھائی کا حال جن کو ٹھیک تیس سال ہوئے شلسلبرگ کے قلعہ میں پھانسی دی گئی تھی۔ لڑکے مغموم ہو گئے اور نذزدا جو کونے میں رفو کر رہی تھی اس کی آنکھوں سے چند آنسو نکل پڑے۔

کسی اور دن انہوں نے مذاقیہ انداز سے لڑکوں کے مستقبل کی پیشین گوئی کی۔ کونڈراتی جو ابھی تھوڑے دن ہوئے نراجیت کی طرف مائل ہو گیا تھا اور ایک نراجیوں کے کلب میں جایا کرتا تھا۔ وہ مستقبل کی پرولتاری فوج میں جنرل بنے گا یا ....'' اس سے بھی بہتر انقلابی بحریہ کا امیر البحر بننے کے قریب ہی ہے۔ تمہارا باپ قریب قریب جہازراں ہے اور وہ خلیج فن لینڈ کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ ہاں تو تم امیر البحر ہو گے۔ الیگزینڈر جو ایک تیز اور ذہین لڑکا تھا اور اپنی ماں کا دست راست تھا اس کے لئے لینن نے انجینئر کی زندگی کی پیشین گوئی کی یا ایک آلات کاشتکاری بنانے والے بڑے

کارخانے کے منیجر کی۔ (تو کیوں نہیں؟ مزدوروں کے ہاتھ میں انتظام ہوگا) "ہم ضرور ایسا کارخانہ قائم کریں گے۔ ہم لوہے کے ہل اور ٹریکٹر تیار کریں گے (تمہیں معلوم ہے ٹریکٹر کیا چیز ہے؟ یہ کاشت کے لئے زمین پر تیزی اور آسانی سے کام کرنے والی امریکی مشینیں ہیں) یہ روس کی ساری زمین جوت ڈالیں گی اور منڈیروں کو توڑ کر رکھ دیں گی۔ کوتیا کی آنکھوں میں سنجیدگی اور فکر کی جھلک تھی وہ سائنس داں بنے گا جو چاند تک سفر کے لئے ایک ہوائی جہاز ایجاد کرے گا اور چاند پر پہنچنے والا سب سے پہلا شخص ہوگا باتیں کرتے کرتے لینن نے ندزدا کی طرف دیکھا اور اطمینان دلایا کہ پرولتاری کے بچوں کے لئے تعلیم مفت ہوگی۔ پھر انہوں نے ہنس کر کہا: "اس لئے ندزدا کو ندزداتیو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں کچھ خرچ نہ کرنا پڑے گا۔"

دس سالہ توتیا نے شرمیلے پن سے پوچھا: "میرے متعلق کیا ہے؟"

چھ سالہ لیودا نے عملی انداز سے پوچھا: "اور میرے متعلق؟"

لینن نے مزاحیہ انداز سے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا: "مجھے نہیں معلوم کہ تم سب کو کیا کام سپرد کیا جائے۔ تم اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کرو گے"

لینن نے یہ بات تو مزاحاً کہی تھی لیکن اس کی تہ میں سنجیدگی بھی تھی۔ ندزدا کا عقیدہ خدا پر تو نہ تھا لیکن لینن کی اور لڑکوں کی آنکھوں میں محبت کی حرارت دیکھ کر وہ خدا سے دعا کرنے پر آمادہ ہو جاتی کہ لینن کی صحت اور زندگی برقرار رہے اور قدرتاً ان لڑکوں کی بھی جو لینن کے پاس بیٹھے تھے

کبھی کبھی لینن خیالات میں غرق ہو جاتے اور اس وقت وہ خاموش ہو جاتے ان کے لبوں کے خطوط پختہ ہو جاتے اور ان کا چہرہ اتنا بدل جاتا کہ بمشکل پہچانے جاتے۔ ایسے موقعوں پر سبھی خاموش ہو جاتے اور جیسے کسی خفیہ معاہدے کے مطابق ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگ جاتا۔ اخبار یا کتاب پڑھتا یا کمرے سے صحن میں نکل آتا۔

زینو ویف خود بھی اچھا پڑھا لکھا، خلیق اور باتونی آدمی تھا مگر وہ کچھ کھویا کھویا اور بے پرواسا رہتا تھا۔ وہ بچوں کی طرف کچھ دھیان نہ کرتا تھا۔ کبھی کبھی وہ اوروں کی موجودگی میں لینن سے فرانسیسی یا جرمن زبان میں گفتگو کرتا اس لئے کہ دوسرے سمجھ نہ سکیں۔ لیکن اس پر لینن ناراض ہوتے اور جواب ہمیشہ روسی زبان میں دیتے۔

لینن کی خوش مزاجی، زندہ دلی اور رحم دلی سے مانوس ہو جانے کے بعد ندزدا کو بمشکل اس کا یقین آتا تھا کہ وہ روپوشی میں ہیں اور ہزاروں آدمی ان کی تلاش میں لگے ہیں اور اس جھونپڑے کی پتلی سی دیوار ان کی حفاظت کر رہی ہے اور جب وہ کوئی ایسا اخبار پڑھتی جس میں لینن کے خلاف زہر اگلا گیا تھا یا بازار میں لینن کے متعلق گفتگو سنتی تو وہ اپنی بے پروائی سے سہم جاتی۔ اس کے بعد وہ اپنے لڑکوں کو ایک کونے میں لے جاتی اور بار بار تاکید سے کہتی کہ وہ اپنی زبان بند رکھیں، اور ایک لفظ بھی ایسا نہ کہیں یا کسی قسم کا اشارہ کریں کہ ان کے گھر میں کوئی غیر آدمی ہے۔ کوٹھے پر رہنے والے کو وہ بالکل ہی بھول جائیں

جس وقت سب یک جا ہو جاتے تو ندزدا ہر لڑکے کو باری باری تیز اور حاکمانہ نظر سے دیکھتی۔ کوندرائی پر وہ خصوصاً کڑی نظر رکھتی جو قریب قریب وحشی جیسی ہوتی۔ اس کے مزاجیت کے رجحان کو اب وہ نہیں معاف کر سکتی تھی۔ گو پہلے اس پر کوئی توجہ نہیں کرتی تھی۔ کوندرائی اس کی کڑی نظر سے سراسیمہ ہو جاتا اور ہڑبڑا کر مسکرا دیتا۔ اس وقت ندزدا کو یاد آجاتا کہ وہ فطرتاً کتنا دیانت دار ہے اور اپنے شکوک پر نادم ہو کر وہ جلدی سے اس کے گال سہلانے لگتی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اپنے ساتوں بچوں کو اپنے دل کے اندر چھپا لے اس لئے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جو خطرے کا احساس اور ذمہ داری کا جذبہ خود اس کے دل میں ہے اُسے لڑکوں کے دل میں کس طرح نقش کر دے۔

(۹)

دوسرے دن صبح کو حسب معمول ندزدا نے لڑکوں کو لینن کے لئے اخبار خریدنے پر روانہ کر دیا۔ رازداری کے خیال سے وہ اخبارات مختلف جگہوں سے الگ الگ خریدتے۔ سسٹروارننگ اسٹیشن سے تعطیل منانے کی جگہ سے۔ تارخودکا سے اور رازڈل نایا سے۔ ہر لڑکے کے پاس باقاعدہ فہرست تھی۔ ستاشا سوشلسٹ انقلابی اور منشویک اخبارات دابوچایا گزیٹا۔ ازدستا بیرد گراڈسکو گوسویتا، نوایا ژزن، ہولیا نزودا، یدنیتو زلیا نے وولیا، ازدستا دسرودشسکو گو سویتا کرسٹیانس کی ڈیپوٹا تووا اور ڈیلا زودا خرید کرتا۔ کوندرائی کا کام بالشویک اخبارات اور رسالے : پرولتارسکوے ڈیلو، ماسکو کا سوشلسٹ ڈیماکراٹ، رابوت نتسا اور ان کے علاوہ جو مل سکیں وہ خریدتا۔ سیریوزا، "بلیک ہنڈریڈ" جماعت اور عامیانہ مذاق کے اخبارات زیوے سلووو۔ نوایے وریمیا نوایا روس۔ پورشکیے دیپ کا، زودوفی ٹربیون وغیرہ کی خریداری کرتا۔ ان کے علاوہ کوندرائی کو بورژوا اخبارات پیٹرو[illegible]ے ریش، ڈین رسکایا وولیا اور بوڑیوی یے دوموستی، اور ماسکو کے اردو روسکیا ویدوموستی اور روسکیے یے سلووو خریدنا ہوتا۔ کبھی کبھی خود ندزدا رازلیو اسٹیشن سے اخبار خرید لاتی۔

آج اس کا ارادہ بازار سے کچھ خریدنے کا تھا اس لئے اس نے طے کیا کہ اپنے ذمے کے اخبارات اسٹیشن ہی سے خریدے۔

جب بڑے لڑکے مختلف سمتوں کو روانہ ہو گئے تو ندزدا نے ٹوپی پہنی جس کے اوپر چیری کا ایک گچھا تھا اور ایک بے آستین کی قبا جو اس کی ماں سے ترکے میں ملی تھی اور تولیا کو ننھے گوش اور نیورا کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ کر گاؤں کی طرف چلی گئی۔ دوکاندار نے جو پرانا دوست تھا اس کی مطلوبہ چیزیں چپکے سے بغیر باری کے دے دیں اور وہ سیدھی اسٹیشن کے اخباری اسٹال پہنچ گئی۔ اُسے بہت جلدی تھی ممکن ہے کہ کوئی آدمی پیٹرو گراڈ سے آجائے اور ہر نوعتا اب کے کنارے

پر نگرانی کرنے کی جو ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی تھی اُسے چھوڑنے پر وہ دہشت زدہ تھی۔ تاہم جب وہ اسٹیشن سے چلی تو اس کا ایک عزیز فیدی کوزیچ مل گیا جو سسٹرواشک میں ایک خوردہ فروشی کی دوکان کا مالک تھا۔ وہ شراب کے نشے میں بدمست تھا اس کی ٹوپی سر کے بالکل پیچھے گری ہوئی تھی اور اس کی سرخی مائل مونچھوں کی نوکیں بری طرح الجھی ہوئی تھیں۔ وہ سیاست کی باتوں کا دلدادہ تھا۔ ۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۰۵ء تک وہ کٹر شاہ پسند تھا لیکن پیٹرو گراڈ میں مزدوروں پر گولی چلنے کے بعد وہ زار سے نفرت کرنے لگا تھا اور اتنا ہی کٹر جمہوریت پسند ہو گیا۔ اب وہ کرنسکی کے گن گاتا تھا۔ اور قریب قریب اس کی پرستش کرنے لگا تھا۔

اس نے اپنی ٹوپی سر سے اتار کر کہا: "اوہو ندزدا! تم سے تو مدتوں کے بعد ملاقات ہوئی۔ سلامتی اور صحت نصیب ہو۔" اخبارات کا بلندہ جو ندزدا کے بازاری تھیلے سے باہر نکلا ہوا تھا سے دیکھ کر اس نے طنزاً کہا: "اچھا نکولائی ایگزینڈروچ کچھ پڑھنے لگا ہے، کیوں؟" پھر اخبارات تھیلے سے نکال کر وہ حیرت سے چبا چبا کر بولا: "اوہو ہو، تمہارے شوہر کو کچھ عقل آ رہی ہے۔ آجکل وہ یہ پڑھ رہا ہے۔ بہت ٹھیک۔ بہت ٹھیک۔ بالشویکوں کو مزہ مل گیا۔ ہمارے عظیم لیڈر کرنسکی نے انہیں ختم کر دیا ہے۔"

ندزدا نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے گھر کا راستہ لیا۔ لیکن کوزیچ اس کے پیچھے لگ گیا اور پیچھے پیچھے ریت پر چلتے ہوئے وہ بلا وقفے کے برابر باتیں کرتا رہا۔ ندزدا ذرا حیرت سے دل ہی دل میں کہہ رہی تھی کہ ابھی

پندرہ دن پہلے وہ اسے ذہین اور دلچسپ آدمی سمجھتی تھی لیکن اب اس نے محسوس کیا کہ وہ اترانے والا باتونی اور نفرت انگیز حد تک بیوقوف ہے۔ دراصل وہ اس کی باتیں سن بھی نہیں رہی تھی بلکہ اپنے خیالات میں محو تھی اور پہلے ہی کی طرح صاف صاف تصور کر رہی تھی کہ وہ ہاتھ پھیلائے ہوئے تالاب کے کنارے جھیل کی طرف پشت کئے ہوئے کھڑی ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ فیدی کوزیچ اس کا پیچھا چھوڑ دے تاکہ وہ جتنی تیزی سے ممکن ہو گھر پہنچ جائے۔ گویا اس کی غیر حاضری کا جنگل کے جھونپڑے والے آدمیوں کے تحفظ پر کچھ اثر پڑتا۔ جب وہ کسی کے ساتھ ہوتی تھی تو وہ لینن کا نام نہیں لیتی تھی۔ خود اپنے جی میں بھی بلکہ "انہیں" جھونپڑے کا آدمی" کہتی تھی۔ اس نے لینن کا نام بالکل اپنے ذہن سے محو کر دینے کی کوشش کی، اس ڈر سے کہ کہیں اس کے چہرے سے اس قسم کی کوئی علامت ظاہر ہو جائے۔ لیکن جب کوزیچ سے اس نے لینن کا نام سنا تو وہ متوجہ ہو گئی۔

"تم نے لینن کے متعلق کچھ سنا ہے! اب پتہ چل گیا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ بھلے آدمی کا سراغ مل گیا۔"

ندزدا ایک لمحے کے لئے ٹھہر گئی اور فیدی کوزیچ اس کے پاس پہنچ گیا اور اپنا بیہودہ مونچھوں والا چہرہ اس کی طرف کر دیا۔

اس نے ایک دم سے "سویڈن میں" کہا اور چٹخارا مارا۔

ندزدا چلتی رہی اور کوزیچ پھر ذرا پیچھے ہو گیا۔

ندزدا جب اپنے مکان کے پھر کی دروازہ کے قریب پہنچی تو آہستہ چلنے لگی کہ شاید اب کوزنیچ پیچھا چھوڑ دے لیکن وہ برابر پیچھے لگا رہا۔ شاید اُسے یہ امید تھی کہ ایک گلاس شراب کا مل جائے یا شاید اسے اس کی تلاش تھی کہ کوئی بات کرنے والا مل جائے خواہ وہ خاموشی سے سُنتا ہی رہے۔

یہ دونوں صحن میں داخل ہو گئے۔ اتنی دیر میں ندزدا کی دہشت کچھ رفع ہو گئی تھی اور اس نے دھیمی آواز میں یہ بھی پوچھ لیا:

"سویڈن میں! تمہیں کیسے معلوم ہوا!"

"ہر شخص جانتا ہے، وہ آبدوز کشتی میں گئے۔"

وہ مکان کے دروازہ کے سامنے بیٹھ گیا اور "سر" سگریٹ کا ایک چمکتا ہوا بکس نکالا اور اس میں سے ایک پتلا سا سگریٹ نکالا جو بکس کی ناپ سے بھی چھوٹا تھا۔ ندزدا نے اپنے تئیں کہا کہ اس سے پہلے کبھی اس کی نظر اتنی تفصیل پر نہیں گئی تھی۔

کوزنیچ اِدھر اُدھر کی باتیں برابر کیے جا رہا تھا کہ ندزدا اندر چلی گئی، اپنا کوٹ اور ٹوپی اتاری اور ایک برتن میں آلو لے کر صحن میں آئی اور چولھے کے قریب بیٹھ کر چھیلنے لگی۔ چھوٹے بچے کہیں غائب ہو گئے تھے شاید پڑوسی کے یہاں۔ آلو چھیلتے چھیلتے اسے خیال آیا اور تشویش ہوئی کہ اس نے بڑے لڑکوں کو یہ تنبیہ نہیں کی تھی کہ وہ صحن میں سے ہٹا دیں اپنے ڈھیر سے اخبار اور وہ بھی مختلف نقطۂ خیال کے دیکھ کر فیدی کوزنیچ کے دل میں شک پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ دروازے پر گئی اور مڑ کر

نظر ڈالی اور پھر تیزی سے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئی۔ سڑک سنسان تھی اور وہ واپس آ گئی۔

فیدی کوزنیچ نے پوچھا: "نکولائی کہاں ہیں؟" "کارخانے میں۔"

"وہ چھٹی پر ہیں۔ انہوں نے ایک زمین پٹہ پر لے لی ہے اور پیال جمع کرنے گئے ہیں۔"

"واقعی! ہم لوگ جلد گھاس کھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جرمن جانور روس کو اسی طرح لئے جا رہے ہیں۔"

"ہم ایک گائے خرید رہے ہیں۔"

"ہاں یہ تو اچھا خیال ہے اکام کی بات ہے۔ اور تم لوگ اُس سارے میں کیوں رہتے ہو اور مکان میں مہمان رکھتے ہو۔ اس موسم میں کوئی تعطیل منانے والے نہیں آئے؟"

"ہم مکان ٹھیک کر رہے ہیں۔"

"خود ہی یا مزدور لگا کر؟"

"ہم خود ہی ٹھیک کر رہے ہیں۔" یہ کہہ کر ندزدا پھر دروازے پر آئی اور جھپٹ میں پھر واپس آ گئی اور کہا: "جھیل کے پار جا کر نکولائی سے کیوں نہیں ملتے۔ ہمارے پاس ایک کشتی بھی ہے۔" ندزدا کو معلوم تھا کہ فیدی کوزنیچ کی پانی سے روح فنا ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ جھیل میں نہانے سے بھی ڈرتا تھا۔ ندزدا نے پھر کہا: "کشتی وہاں جھیل پر ہے۔"

"نہیں نہیں۔ اس قسم کے سفر کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ کھڑا ہو گیا اور سنجیدہ معلوم ہونے لگا۔ ندزدا کو اطمینان ہوا کہ وہ جانے کے لئے تیار ہے۔ جبھی اس وقت بیلیانوف نظر آیا، وہ کندھے پر ایک بوری لئے ہوئے تالاب کی طرف سے آ رہا تھا۔ ایک غیر آدمی کو دیکھ کر وہ ایک قدم پیچھے ہٹا لیکن اس اثنا میں کوزیچ نے اُسے دیکھ لیا تھا۔

کوزیچ نے کہا۔ "مدتوں کے بعد تم سے ملاقات ہوئی۔ پیال جمع کرتے ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔"

"ہاں کچھ ایسا ہی کام۔"

"ٹھیک ٹھیک، اور لیبین کا پتہ چل گیا۔"

بیلیانوف کے چہرے سے سراسیمگی ظاہر ہونے لگی۔ بوری زمین پر رکھ کر اس نے پوچھا:

"کون لیبین؟"

"کون لیبین؟ وہی تمہارا لیبین۔ اُن کا سویڈن میں پتہ چل گیا۔"

"ندیا، ذرا مجھے منہ دھونے کا پانی دینا۔"

"وہاں وہ ہوٹلوں میں جاتے ہیں اور ہر کس و ناکس کی ضیافت کرتے ہیں، اُن کے پاس پھونکنے کے لئے دولت ہے۔"

"ندیا مجھے ایک تولیہ دینا۔ تو وہ بہت امیر ہیں؟"

"تم کیا سمجھتے ہو۔ پیٹروگراڈ میں بھی وہ عیش کرتے تھے۔"

"ندیا، وہ کپڑے تو اب بہت بڑے ہو گئے ہیں ان کو توڑ کیوں نہ لو۔ تو وہ سویڈن میں ہیں؟ کیوں؟ میں نے تو سنا تھا کہ وہ ہوائی جہاز

سے سوئزرلینڈ گئے ہیں۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔ وہ تو آبدوز کشتی میں سویڈن گئے ہیں۔ یہ واقعہ ہے۔ وہ چاندی کی موٹھ کی چھڑی لئے ہوئے اسٹاک ہالم میں ٹہلتے پھرتے ہیں۔ چھڑی کے اندر خنجر ہے۔ فرانسیسی کانیاک مارٹل سے کم کی شراب نہیں پیتے، دوسری شراب کو ہاتھ نہیں لگاتے۔"

"خوب، خوب! ندیا۔ ذرا مجھے ایک صاف سی قمیص دو گی؟"

"اور وہ سب سے زیادہ قیمتی قسم کے سگریٹ پیتے ہیں۔ یہ ایک روبل میں سو ملتے ہیں۔ بوگدانوف جو خاص طور پر خریداروں کی فرمائش پر بنائے جاتے ہیں۔"

"صرف بوگدانوف!"

"بالکل۔ مگر تم کیا ان کے ساتھی نہ تھے؟ یا اب تمہیں عقل آ گئی؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو، میں تو آزاد آدمی ہوں۔"

"چھوڑو ان باتوں کو مجھے سب معلوم ہے۔"

"مجھے خود بھی طرح طرح کی فکریں ہیں۔ میں ایک گائے خریدنے کا خیال کر رہا ہوں۔"

"میں نے سنا ہے بڑی اچھی بات ہے۔ مگر سنو۔ ایک بڑا اچھا موقع ہے۔ تارنوفکا میں میرے کئی دوست ہیں اُن کے پاس ایک گائے کا بچہ ہے۔ بڑا خوبصورت سا۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلوں۔ کیوں؟ وہ زیادہ دام نہ مانگیں گے میں اپنے کمیشن میں شراب کی ایک بوتل لوں گا۔ اچھا آدھی ہی بوتل سہی۔ کیا کہتے ہو؟"

"میں معاملہ طے کر چکا ہوں۔ اور اب وہاں جانے ہی والا تھا۔ تو اگر تم

بھگانہ مانو۔۔۔۔"

"چلوں نہ میں تمہارے ساتھ؟ میں بھاؤ تاؤ کرنا خوب جانتا ہوں۔ آخر میں تاجر ہی ہوں۔ تمہارے "تمام ملکوں کے مزدور متحد ہو جاؤ" والوں میں نہیں ہوں۔ خدا کی قسم میں آدھے دام کرا دوں گا۔ اور بیچنے والا میخانہ سا شراب بھی پلائے گا۔"

"نہیں معاف کیجیے۔ ندیا، آؤ اب چلیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی جناب۔"

فیدی کوزیچ نے اپنے سگریٹ کا آخری ٹکڑا مایوسی کا منہ بنا کر پھینک دیا اور ہار کر چل دیا۔

ندزدا جو دروازے پر کھڑی لڑکوں کا انتظار کر رہی تھی اس نے اطمینان کی سانس لی۔ اس نے سگریٹ کے ٹکڑے کو حقارت کے ساتھ اٹھایا جیسے کہ وہ خود فیدی کوزیچ ہو اور اسے ردی دان میں پھینک دیا۔ پیلیا نے قہقہہ لگایا اور اپنی بیوی کو پیار سے گلے لگا کر پوچھا:

"اخبار خرید لئے؟"

"ہاں، لڑکے ابھی آتے ہی ہوں گے۔ وہاں کا کیا حال ہے؟"

"سب ٹھیک ہے۔ انہیں جگہ پسند ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے اچھی جگہ اور کون ہوتی؟"

ندزدا مسکرا دی۔

"اگر ان کے پاس کوئی کپڑا دھونے کے یا مرمت کرنے کے قابل ہو تو

یہاں لیتے آنا۔"

"بہت اچھا۔"

"کویا کا کیا حال ہے؟"

"بڑا اچھا لڑکا ہے، دیکھ بھال کرتا ہے۔"

"دیکھو میں تھوڑی ہیرنگ مچھلیاں لائی ہوں۔ واپسی میں انہیں ساتھ لیتے جانا۔"

"بہت اچھا، تمہیں فرانسیسی کانیک بھی ملی؟ مارکل؟"

دونوں نے قہقہہ لگایا۔ ندزدا نے اور سوال کئے۔

"رات کے وقت وہاں کیسا ہوتا ہے؟ زیادہ سردی تو نہیں ہوتی؟"

"ٹھیک ہی ہے، ذرا مرطوب ضرور ہے۔ پھر بھی ہیں، مگر پریشانی کی بات نہیں ہے۔ انہیں کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"تمہیں دھوپ لگ گئی ہے نکولائی؟"

"میں ذرا گھاس کاٹ رہا تھا۔"

"تم تھکے بھی معلوم ہوتے ہو۔"

"معلوم نہیں کیوں بھلا۔"

"پریشان ہو؟"

"ہاں، ہوں تو۔"

"رات کو نیند کیسی آئی؟"

"بہت اچھی نہیں بہت دیر میں نیند آئی۔"

"کروٹیں بدلتے رہے اور مضطرب رہے؟"

"نہیں، وہ بالکل خاموش تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ سوئے نہیں۔"

"ڈر کی وجہ سے؟"

"نہیں، سوچتے رہے، وہ صبح ہوتے ہی اُٹھ بیٹھے اور پھر لکھنے لگے جیسا ہمیشہ ہوتا ہے۔ وہ اخباروں کا انتظار نہیں کر سکتے۔"

لڑکے اخبار لئے ہوئے جلد ہی آ گئے۔ آلو بھی تیار ہو گئے تھے اور وہ سب ناشتہ کے لئے بیٹھ گئے۔ جب سب کھا چکے تو ندزدا پھر میز پر بیٹھ گئی۔ وہ ہمیشہ آخر میں بچا ہوا ٹھنڈا کھانا کھاتی تھی اس لئے کہ اسے ہر وقت اندیشہ رہتا تھا کہ بچوں کے لئے کھانا کم نہ پڑ جائے۔ کچھ دنوں سے اُسے یہ عادت ہو گئی تھی کہ ناشتہ کرتے ہوئے تازے اخبارات پڑھے۔

یمیلیانوف نے اخبارات اور خوراک کا سامان بوری میں باندھنا شروع کر دیا۔

اس نے اپنی بیوی کی زبان سے سنا۔ "بدمعاش، کمبخت بدمعاش۔"

"کسے کہہ رہی ہو؟"

اُسے اپنی بیوی کی زبان سے ایسے سخت الفاظ سننے کی عادت نہ تھی، اس لئے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ندزدا نے اخبار اس کے ہاتھ میں دیا۔

"کیسی باتیں یہ لکھتے ہیں! گندے لوگ! بالکل گندے۔"

اس کے غصے سے لطف اندوز ہو کر یمیلیانوف نے اخبار اس کے ہاتھ سے لے لیا اور ہنسی سے بے تاب ہو گیا۔

اخبار میں ایک مضمون تھا جس کا عنوان تھا "لینن اور سوویٹ کی

موسیقی خانے کی لڑکی" اس میں لکھا تھا کہ "لینن کی یہ شہرت ہو گئی ہے کہ وہ بوف ڈی ایٹ کے اوپرا کی حسیناؤں کے بڑے قدردان ہیں اور ایک گانے والی ایرنا ایوسق سے ان کے "گہرے تعلقات" ہیں۔ شیشے کے تھیٹر بوف میں "شہید" لینن نے جو رنگ رلیاں منظم کی ہیں ان سے کوئی واقف نہیں ہے۔ لیکن ویٹر اسے مدتوں یاد رکھیں گے کہ لینن نے شیمپین کی ایک بوتل کے دام ۱۱۰ روبل دیئے اور خود ویٹر کو ۲۵ روبل انعام دیئے ایک اور موقع بھی یادگار رہے گا جب کہ لینن نے اپنی "پرولتاری نفرت" کا ثبوت دیا۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایرنا ایوسق کے ساتھ کمرہ محفوظ کرایا اور ویٹر کو رات کا کھانا لانے کے لئے بلایا۔ ان کی گھنٹی سن کر ایک پرانا فیل پیکر ویٹر "کاربیک" نامی کمرے میں آیا۔ لینن ابھی تک تو خاموش تھے لیکن اسے دیکھ کر غصہ میں آپے سے باہر ہو گئے۔ زمین پر پیر پٹخے اور چلا کر کہا: "او بورژوا! دور ہو! دوسرے ویٹر کو بھیج۔" لمبا تڑنگا اور موٹا تازہ "کاربیک" بڑی تیزی سے کمرے کے باہر نکل گیا اس لئے کہ اس نے لینن کے ہاتھ میں ایک بم دیکھ لیا تھا۔"

یمیلیانوف نے سنجیدگی سے کہا۔ "ارے یہ تو شیخ چلی کی کہانی ہے۔" پھر ندزدا کو دیکھ کر کہا: "مگر کیوں، تم اتنی پریشان کیوں ہو گئیں۔ اُن کے متعلق بہت سی ہفوات تو اس سے بھی بدتر کہی جاتی ہیں۔"

ندزدا کو تسلی نہیں ہوئی وہ نفرت اور غصے سے کانپ رہی تھی عورت کی حیثیت سے اس نے خیال کیا کہ لینن کے اخلاق پر یہ اہانت آمیز حملہ

سب سے زیادہ سنگین اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔" مس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ اخبار انہیں نہ دکھاؤ، انہیں پریشان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسے یہیں چھوڑ جاؤ۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے!"

نادزدا نے پھر زور دے کر کہا۔ "اسے یہیں چھوڑ جاؤ۔"

پیلیاژوت کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ اُس نے اپنے جی میں کہا کہ لینن اس سے بھی بدتر اہانت آمیز باتیں سن چکے ہیں۔ پھر بھی اس نے یہ اخبار یہیں چھوڑ دیا اور لینن کو کبھی اس کی اطلاع نہیں ہوئی کہ انہوں نے موسیقی خانہ کی گانے والی ایرنا ایوسینی کے ساتھ گہرے تعلقات کا الزام لگایا گیا تھا۔

(۱۰)

ملنے کے لئے کم ہی لوگ آتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ لوگوں کو یہ ڈر تھا کہ کہیں پولیس کو لینن کا سراغ نہ مل جائے۔ تیسرے چوتھے دن "برگ" آجاتے تھے۔ "برگ" کا نام ایگزیڈر دسیلیوچ شاٹ مین تھا۔ بھوری ڈاڑھی والے، بے فریم کی عینک لگائے ہوئے اور پناما ٹوپی پہنے ہوئے۔ یہ صاحب واقعی بھلے مانس معلوم ہوتے تھے اور رازداری کے متعلق نظریہ بات نادزدا کو بہت پسند تھی۔ زوف کی آمد و رفت اس سے بھی کم تھی۔ کبھی کبھی ایک کم سخن عورت بیوگی کا لباس پہنے خاموشی کے ساتھ دروازے سے آجاتی اور ایک ڈبل روٹی یا کوئی کپڑا دے جاتی۔

یہ آنے جانے والے ہمیشہ اندھیرے میں آتے تھے۔

ایک دن نادزدا کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ علی الصباح شاٹ مین پہنچ گئے۔ وہ بہت عجلت میں تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا کوئی مشتبہ آدمی مکان کے قریب نظر آیا تھا۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد انہوں نے نادزدا کو اطلاع دی کہ "آج شام کو دو کامریڈ دریچے سے مکان میں (مرکزی کمیٹی کے ممبر) پہنچیں گے۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے اسٹیشن واپس چلے گئے۔

اور واقعی تقریباً چھ بجے شام کو نادزدا نے دو آدمیوں کو اپنے دروازے پر دیکھا۔ وہ ان کے قریب گئی۔ ان میں سے ایک تو پستہ قد دبلا پتلا آدمی تھا جو بے فریم کی عینک لگائے تھا۔ اس کی ڈاڑھی سیاہ اُلجھی ہوئی تھی۔ اور اس کی آنکھیں سیاہ اور مغموم سی تھیں۔ دوسرے کا چہرہ خشک اور چکنا تھا اور نوکیلی ڈاڑھی تھی۔

بے فریم کی عینک والے آدمی نے بھاری مدھم آواز میں پوچھا "بیمار کا کیا حال ہے؟" گویا وہ کسی گہرے دوست کی خیریت پوچھ رہا تھا جو سخت بیمار ہو۔

نادزدا نے فوراً جواب دیا: "ڈاکٹر کہتے ہیں کہ وہ اچھے ہیں۔" اور پھر اپنے فطری لہجہ میں کہا: "میں ابھی فوراً آپ کو وہاں بھجوا دوں گی۔"

بے فریم کی عینک والے آدمی نے اپنا نام ایڈری بتایا اور نوکیلی ڈاڑھی والے نے کہا کہ اس کا نام یوسفا ہے۔

دونوں آدمی بنچ پر بیٹھ کر سستانے لگے۔ بظاہر وہ بہت تھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے کٹہرے کے قریب اُگی ہوئی جھیل کی جھاڑی کو پڑے

غور سے دیکھا۔

اینڈری نے جھیل کی طرف سر سے اشارہ کر کے کہا "دیکھو" اور اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

یوسف نے جواب دیا "ہاں"۔

اینڈری نے اس انداز سے کہا جیسے وہ کوئی سوال کر رہا ہو "ہم بھول ہی گئے تھے کہ دنیا میں ایسی چیز بھی ہوتی ہے"۔

یوسف نے کہا۔ "ہاں ہم بھول گئے تھے"۔

ندرو والے ملاح نے جھیل کی ایک چھوٹی سی شاخ توڑی اور اینڈری کو دے دی۔ اینڈری نے اسے اٹھا کر اپنے منہ کے سامنے کی اور ہاتھ میں لئے لئے پوچھا:

"کیا ہمیں اماجیرا ہونے تک ٹھہرنا پڑے گا؟"

"نہیں، ابھی کشتی لے کر پار چلے جاؤ۔ اپنے ساتھ ڈگن کو بھی لیتے جاؤ تاکہ معلوم ہو کہ تم مچھلیاں پکڑنے جا رہے ہو"۔

وہ اپنے لڑکوں میں سے کسی ایک کو تلاش کرنے چلی گئی۔ کونڈراٹ باغ میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس نے کتاب اپنی ماں کو دے دی اور چپو اور ڈگن لیتے چلا گیا جو جھیل کے کنارے غسل خانے میں رکھے ہوئے تھے۔ اینڈری اور یوسف دونوں خاموشی سے اس کے پیچھے ہو لئے جھس ختم ہونے پر انہیں سامنے ایک ننگا سے نظر آئی کشتی ایک بید کے درخت کے نیچے درخت کی جڑ سے بندھی ہوئی تیار تھی۔

کونڈراٹ چپو اور کے پاس بیٹھا اور اینڈری نے چپو لئے۔ کشتی چھوٹی سی جھیل پر روانہ ہوئی اور پھر ایک وسیع جھیل پر پہنچ گئی جس کے اس پار ساحل فاصلہ میں گم تھا۔ یہاں لہریں اتنی بلند تھیں جیسے سمندر میں۔ یوسف ڈگن پکڑے ہوئے تھا تاکہ وہ ساحل پر سے نظر آئے۔ اینڈری مضبوطی کے ساتھ اور ہوشیاری سے چپو چلا رہا تھا۔

انہیں تعطیل منانے والوں کی ایک کشتی ملی کشتی کے پیچھے ایک خوبصورت عورت ٹیک لگائے بیٹھی تھی، وہ بید کی چھوٹی چھوٹی شاخیں توڑ توڑ کر پانی میں پھینکتی تھی اور اپنے خیالات میں محو معلوم ہوتی تھی۔ اینڈری نے تھوڑی دیر کے لئے چپو چلانا روک دیا اور دوسری کشتی کو اور اس کے پیچھے پتیوں کو بہتے ہوئے دیکھنے لگا۔ پھر وہ طنزاً مسکرایا اور کشتی چلانا شروع کر کے کہا:

"لوگ اس طرح زندگی گذار رہے ہیں کہ جیسے دنیا میں کچھ ہو ہی نہیں رہا ہے، بالکل جیسے وہ ایک سال یا دو سال یا دس سال پہلے رہتے تھے۔ تم نے ایک دفعہ جو خیال ظاہر کیا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا"۔

یوسف نے کہا: "ہو سکتا ہے کہ یہ انکار کو بھلانا چاہتے ہوں"۔

تھوڑی دیر تک تو وہ خاموشی سے چلتے رہے۔

اینڈری نے کہا: "یہاں کتنی خاموشی ہے۔ مجھے چونکہ اس کی عادت نہیں ہے اس لئے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں بہرا ہو گیا ہوں"۔

یوسف نے کہا: "تم کشتی خوب چلاتے ہو"۔

"یہ عادت میں نے جلاوطنی میں سیکھی۔ تین سال ہوئے جب مجھ کو لنگ ہیلسنگ میں جلاوطن کیا گیا تھا تو میں نے پتو اسے چلنے والی ایک کشتی کرایہ پر لے لی تھی۔ میرے سوا کوئی اس میں بیٹھ کر کہیں سی پر نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن جب میرے پیشہ ہی کا مریڈوں نے مجھے یقین دلایا کہ مچھلیاں مدت سے میرے انتظار میں تھیں کہ ان لوگوں کا لقمہ بنیں تو میں نے ان کا مذاق اڑایا بیوقوف بھی طرح جانتا تھا کہ میں ان کے مذاق کا نہیں ہوں۔ میں بہت کچی ہڈیوں والا اور بدمزہ ہوں۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ موسم خوشگوار تھا اور میں دور تک دھارے کے خلاف چلا گیا اور جب پھر میں واپس ہوا تو بیٹھ کر خواب دیکھنے لگا۔ میں نے بلند آواز سے شعر پڑھے۔ اس زمانے میں مجھے شعروں کا شوق تھا۔"

یوسف کا پتلا اور زرد چہرہ متفکر نظر آنے لگا۔ وہ مسکرایا مگر خاموش رہا۔ اینڈری بھی خاموش ہو گیا۔ جتنا جتنا وہ ساحل کے قریب ہوتا جا رہا تھا اتنا ہی اس کا ہیجان بڑھتا جاتا تھا۔ لینن سے ملاقات کے سلسلے میں اس ہیجان کی ایک خاص وجہ تھی۔ اپنے کوٹ کی جیب میں وہ اپنی مصنفہ کتاب "بین الاقوامی مزدوروں کی تحریک پر مشاہدات" کا ایک نسخہ لئے جا رہا تھا۔ یہ کتاب اس نے جلاوطنی کے زمانے میں لکھنی شروع کی تھی۔ کئی مہینے ہوئے اس نے اپنا مسودہ لینن کو دکھانے کا خیال کیا تھا مگر اسے کبھی اتنی جرأت نہ ہوئی۔ جب کبھی وہ اس کا ذکر کرنا چاہتا تو وہ ہمت ہار جاتا۔ آج اس نے مسودہ اپنے ساتھ لانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ شاید اسے لینن کو دکھانے کی ہمت آ جائے۔ شاید لینن اسے اپنی فرصت کے اوقات میں دیکھ لیں۔ اینڈری نے اپنی تعلیم خود ذاتی مطالعہ

سے حاصل کی تھی۔ اس نے اپنی جلاوطنی کے زمانے میں فرانسیسی اور جرمن زبانیں خود سے پڑھی تھیں اور بہت سی کتابیں بھی پڑھی تھیں۔ اسے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ مگر اسے کبھی اس کے لئے کافی وقت نہ ملا۔ اور اپنی صلاحیت پر بھی اسے بالکل اعتماد نہ تھا۔ اسے جو "ادبی کھجلاہٹ" ہوتی تھی اس کا خود ہی مذاق اڑاتا تھا اور اپنا مسودہ لینن کو دکھانے کا مشتاق بھی بہت تھا اور شرمیلا بھی۔

کونڈرائی نے کشتی ساحل کی طرف چلائی اور وہ چھچھری کی طرح نرسل کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھی۔ نرسل میں چھپی ہوئی ایک اور کشتی بھی ساحل سے بندھی ہوئی تھی۔

اینڈری نے پوچھا: "تو یہی وہ جگہ ہے!"

وہ کشتی سے ساحل پر اترے اور استعجاب سے چاروں طرف نظر ڈالی عین اسی وقت ایک لڑکا تقریباً تیرہ سال کا جھاڑی سے برآمد ہوا۔ اس نے نئے آنے والوں کا بغور معائنہ کیا۔ دفعتاً وہ بھاگا اور جنگل میں گھس گیا۔

یوسف نے احتیاط کے ساتھ پوچھا: "یہ کون ہے!"

کونڈرائی نے مسکرا کر جواب دیا: "میرا بھائی! وہ تمہیں خبردار کرنے دوڑ گیا ہے، وہ دیکھ بھال پر تعینات ہے۔"

انہوں نے راستہ پکڑا اور بہت جلد اس کھلی جگہ پر پہنچ گئے جہاں اب مدھم روشنی تھی، درمیان میں پھول دار پودوں کے رنگ کا ایک اونچا پیال کا ڈھیر تھا۔ اس کے قریب ہی ہلکی آگ روشن تھی۔ کوئی متنفس نظر نہیں آتا تھا، یکایک اسی طرف کی گھنی جھاڑی میں سے ایک خوشی اور طنز کی آواز آئی۔

کامریڈ سورڈلوف، کامریڈ زرژنسکی، او بھوا تم ہو۔ یہ تو رازداری کے تمام اصولوں کے خلاف بات ہے۔"

سورڈلوف نے اپنا شانہ ہلایا۔

"ولادیمیر ایلیچ، کوئی اور صورت نہ تھی۔ یہ اشد ضروری تھا۔"

لینن بید کی جھاڑی کے بیچ میں کھڑے تھے۔ ان کے دونوں پیر ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے، ایسا معلوم ہوتا کہ اس سنسان دلدلی زمین سے وہ اُگے ہیں۔ شام کے دھندلکے میں جب کہ ہر چیز کے خدوخال صاف نظر آتے تھے لینن کسی گہرے رنگ کی دھات کے ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے چاروں طرف اخبارات بکھرے پڑے تھے جو ہوا میں بکھرنے کے ڈر سے پتھر یا درختوں کی شاخوں کے نیچے دبا دیئے گئے تھے۔

انہوں نے کہا: "خیر کوئی ہرج نہیں۔ اب براہ مہربانی ہمارے حقیر کاشانے میں قدم رنجہ فرمایئے۔"

لینن مزاحیہ انداز میں گفتگو کر رہے تھے مگر ان کی آنکھوں سے غیر معمولی ہیجان اور مسرت ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ اپنے جذبات کا کھلم کھلا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ سورڈلوف اور زرژنسکی اور ان کے ذریعہ سے گروپ یا کوا دوسرے کامریڈوں کو یہ اشتباہ نہ ہو جائے کہ ان کے دن مصیبت سے کٹ رہے ہیں اور تنہائی ستا رہی ہے۔

انہوں نے کہا: "اچھا، جب تم آ ہی گئے تو مجھ سے ساری باتیں بتاؤ، ساری باتیں۔"

سورڈلوف نے مسکرا کر کہا: "ذرا دم لیجئے ولادیمیر ایلیچ۔ آپ ہمیشہ بھلا کرتے ہیں کہ آدمی کو اپنے خیالات مجتمع کرنے کا موقع نہیں دیتے۔"

"اچھا تو بیٹھو اور اپنے خیالات یکسو کرو۔ گریگوری یہاں ہو۔ ہمارے مہمان آئے ہیں۔ آخر کار اب ہم ساری باتیں براہ راست سنیں گے۔"

زینوویف جھونپڑے سے آنکھیں ملتا ہوا برآمد ہوا۔ مگر نئے آنے والوں کو دیکھ کر وہ گرمایا اور چائے دان لینے کو لپکا۔

اس نے ہڑبڑا کر کہا: "آؤ چائے پئیں۔ مگر دراصل چائے تو ہے ہی نہیں۔ اسی لئے کشمش کی پتیوں سے کام چلائیں۔"

لینن ایک درخت کے ٹھنڈ پر بیٹھ گئے۔ ان کا چہرہ بہت ہی سنجیدہ اور متفکر تھا۔

"سب باتیں بتاؤ۔"

آگ روشن ہو گئی اور شعلے بھڑکنے لگے۔ یمیلیانوف، کولیا اور کوندراتی کی مدد سے رات کا کھانا تیار کرنے لگا۔

سورڈلوف نے کہا: "کانگریس کے لئے سارے انتظامات مکمل ہوگئے ہیں۔ یہ ضلع وائی بورگ میں سمپسونیوسکی ٹیمپرنس سوسائٹی کی عمارت میں منعقد ہوگی۔ لیکن اگر ہماری نقل و حرکت کی نگرانی کی گئی تو ایک دوسری عمارت بھی پیش نظر ہے۔ آپ کے پمفلٹ 'نعروں' کے بارہ میں، اس کا جواب تمام ڈیلیگیشنوں کو پہنچ جائے گی، کرونشٹاٹ میں آج اس کی چھپائی ہو چکی ہو گی شاٹ مین آپ کے پاس اس کی پروف کاپی لے آئیں گے۔"

لینن کا چہرہ جوش سے دمک اٹھا۔

انہوں نے پوچھا: "کیا تم نے اسے پڑھا؟"

"ہاں میں نے بھی پڑھا اور مرکزی کمیٹی اور پیٹروگراڈ کمیٹی کے تمام ممبروں نے بھی پڑھا۔"

"اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

سوردلوف نے کہا:

"آپ نے صورت حال پر جو تبصرہ کیا ہے اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔ بحران تحریک کی منزل گذر چکی۔"

زرژنسکی نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "ہمیں حکومت پر فوراً قبضہ کرنے کی تیاری کرنا چاہیئے"

لینن نے انکھیوں سے زینوویف کی طرف دیکھا اور پھر پُر اشتیاق نظروں سے پیٹروگراڈ سے آنے والوں کو دیکھ کر کہا:

"اور تمہیں "کل اقتدار سوویتوں کے ہاتھ میں" کا نعرہ ترک کرنے سے کوئی پریشانی نہیں ہے؟" وہ دم بخود بیٹھ کر جواب کا انتظار کرنے لگے۔

سوردلوف نے کہا: "جولائی کے واقعات کے بعد یہی نتیجہ نکالنا حقیقت پرستی ہوگا۔"

دزرژنسکی نے مسکرا کر کہا: "اگرچہ بعضوں کے لئے یہ خلاف توقع ہوگا۔"

"اور تم نے یہ تو نہیں محسوس کیا کہ یہ غصے میں لکھا گیا ہے؟ بہت سخت تو نہیں ہے؟"

سوردلوف کی بھاری آواز میں غصے کی گونج پیدا ہوگئی۔

"بہت سخت؟ اور جو سنگینیں ہمیں دکھائی جاتی ہیں کیا ان کی دھار سخت تیز

نہیں ہے!"

لینن نے اطمینان محسوس کر کے اپنے دونوں ہاتھ ملے۔ "اور کیا تم سمجھتے ہو کہ ہر شخص سمجھ جائے گا؟"

"نہیں میرا خیال نہیں ہے۔"

لینن نے چالاکی سے اپنی آنکھیں میچ لیں اور کہا: "بہت خوب ہے تمہارا یہ خیال ہے، بالکل ٹھیک۔ گریگوری کا بھی یہی خیال ہے۔"

"مرکزی کمیٹی نے جوگاش ویلی کو سیاسی رپورٹ تیار کرنے کا کام سپرد کیا ہے۔ موجودہ صورت حال پر انہیں آپ کے نقطۂ نظر سے بالکل اتفاق ہے اور وہ کانگریس میں اس کی تائید کریں گے۔"

"یہ بہت ہی اچھا ہے۔ اسٹالن قابل اور مضبوط آدمی ہے۔"

"مجھے تنظیم پر رپورٹ تیار کرنے کا کام سپرد ہوا ہے۔ اس کے بعد مقامی رپورٹیں ہوں گی۔ پیٹروگراڈ کی، ماسکو کی ۔ ۔ ۔"

"کرونشتاٹ کی یقیناً۔"

"اوہو، ہاں۔ کرونشتاٹ کی، پھر فنلینڈ، مرکزی صنعتی علاقہ، شمالی وولگا، نوگورود، پسکوف، دونگا کا علاقہ، ڈونٹس کی وادی، جنوب، اوڈیسہ اور کیف، یورال، قفقاز، بالٹک، ربول، ریگا، لتھوانیا، پولینڈ، منسک اور شمال مغرب ۔ ۔ ۔"

"بہت ہی پُر اثر ہے۔ گویا مظاہرۂ قوت۔ بہت خوب۔ کانگریس کی طرف سے گرفتار شدہ کامریڈوں کو پیام تہنیت بھیجنا نہ بھول جانا۔"

سوورڈلوف نے سلسلۂ تقریر جاری رکھا۔ "گرفتار شدہ وارڈو پوش۔ یہ لکھا جا چکا ہے۔ اور ایک جز وہ آپ کو سنانے والی ہے، وہ ہے اپنی اصل شکل میں"۔ اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا لپٹا ہوا اخبار نکالا۔ "پیٹروگراڈ میں بالشویک اخبار پھر جاری ہو گیا۔ "مزدور اور فوجی" یہ اس کا پہلا شمارہ ہے۔ میں ایڈیٹوریل بورڈ کی طرف سے آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اس کے لئے مضمون لکھیں۔"

لینن نے جوش سے کہا۔ "لاجواب، تم نے یہ سب کیسے کر لیا؟"

"ہمارے "فوجی" نیتا کیڈروف اور پوڈوائسکی نے سارا انتظام کیا۔ یہ انہیں کا کام ہے۔ پہلے تو کیڈروف نے "نووایا زرنا" میں گھسنے کی کوشش کی لیکن لیڈر میکوف پر جنون کا دورہ پڑ گیا۔ جاسوس، اشتعال دلانے والے اور طرح طرح کے اوباش تمہاری جماعت سے وابستہ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پوڈوائسکی بھی اشتعال دلانے والوں میں ہے۔" پھر کیڈروف اور پوڈوائسکی نے گوروخوویا سٹریٹ پر ایک چھوٹے سے چھاپے خانے کا انکشاف کیا۔ اس کا نام "ٹرود" ہے اور انہوں نے اس کے منیجر سے اخبار چھاپنے کی بات چیت کی اور یہ وعدہ کیا کہ اخبار "زادو شیو نوئے سلووو"[1] کی طرح بالکل نرم اور معتدل لہجے کا ہوگا۔ پہلا شمارہ بیس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا جو چند ہی گھنٹوں میں فروخت ہو گیا۔"

"تمہارے لئے اچھا ہو گیا" یہ کہہ کر لینن اپنی خود ساختہ میز پر جھکے اور سوورڈلوف کے کچھ اوراق اٹھائے۔ "یہ ہے پیٹروگراڈ کے ایوان

[1] ایک مذہبی اخبار رسالہ جو اس وقت روس میں شائع ہوتا تھا۔ مترجم۔

انصاف کے انکشافات" کا میری طرف سے جواب۔ اسے میرے پورے نام سے شائع کرو۔ اور یہ ایک اور مضمون ہے۔ "آئینی فریب"۔ میں کوشش کروں گا کہ اسے کل پورا کر لوں اور تمہیں بھیج دوں۔ میرے خیال میں یہ بہت ہی اہم ہے۔ میں نے جن وجوہ کی بنا پر اسے لکھا ان میں خود اپنے ضمیر کی تشفی بھی تھی۔ اتنا تعجب ذرا اس مضمون کے ذریعہ سے میں نے احساسات کو معقولیت کے قابو میں کرنے کا حق حاصل کر لیا ہے۔ میں نے خود اپنے لئے یہ ثابت کر لیا ہے اور مجھے امید ہے کہ پارٹی کے تمام ساتھیوں کے لئے بھی کہ میرا عدالت کے سامنے اپنے کو پیش نہ کرنے کا فیصلہ بالکل صحیح ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ میرے لئے اس قسم کا فیصلہ کرنا کس قدر مشکل تھا۔ میرے لئے یہ مناسب بات تھی اور صحیح انقلابی انداز کی کہ میں مقدمہ کی جوابدہی کرتا اور ایسے حالات میں ایک انقلابی کو جو کچھ کہنا چاہئے وہ سب کچھ کہتا۔ دو سال پہلے میں یقیناً ان حالات میں عدالت کا سامنا کرتا۔ لیکن اب مجھ میں اتنا سیاسی شعور آ گیا ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ انقلاب کے دوران میں لوگوں کے سیاسی رسائل تیزی سے بڑھتے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تمہارے پاس اب ایک اخبار ہے۔ ایک دو دن میں میں تمہیں ایک اور مضمون دے سکوں گا۔ "انقلاب کے سبق" یا اسی قسم کی کوئی چیز؟" انہوں نے سوورڈلوف اور دزرژنسکی کی طرف دیکھا اور ان کی نظروں سے اندر جوش ظاہر ہونے لگا۔ "مجھے تم دونوں پر رشک آتا ہے کہ تم پیٹروگراڈ واپس جا کر ساتھیوں کے ساتھ کاموں میں بٹ جاؤ گے۔ ہاں مجھے کتنی تمنا ہے کہ کاش میں کام کے گھر میں کی ایک جھلک جھانک کر دیکھ سکتا"

اُن کی آنکھوں کے نیچے ہوشیاری کے نقوش اُبھر آئے: "اچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ ڈھیروغ مجھے کوئی پہچان تو نہیں سکتا۔ تم نے کبھی مجھے مصنوعی بالوں کی ٹوپی میں اچھی طرح دیکھا ہے۔ دیکھو میں یہ ٹوپی پہن لوں گا۔ لوگ میرے پاس کئی ایسی ٹوپیاں لائے کہ میں پسند کر لوں اور اب تم مجھے بغور دیکھو یہ کافی محفوظ ہے۔ خدا جانتا ہے!"

رازنسکی نے اپنے تفکر میں، محتاط اور متین لہجے میں کہا: "ولادیمیر ایلیچ آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ اپنے کو خطرے میں ڈالیں۔ صورت حال پیٹرو غیر معمولی طور پر تشویش ناک ہے۔ آپ یہاں چھپے ہوئے مطمئن سے ہو گئے ہیں۔ لوگ برابر گرفتار ہو رہے ہیں۔ محض پولیس اور جوابی سراغرساں ہی نہیں بلکہ ہزار ہا رضا کار آپ کی تلاش میں لگا ہیں۔ چند دن ہوئے وحشت جنرل پالسٹن کے پاس افسروں نے حلف لیا ہے کہ یا تو وہ آپ کا سراغ لگائیں گے ورنہ جان دے دیں گے۔ برسوں کرونشاٹ بندرگاہ کے کمانڈر تاپروف کو جوابی سراغرساں محکمہ کا ایک خفیہ پیغام ملا ہے کہ آپ جنگی جہاز زاریا سووبوڈی میں روپوش ہیں۔ وہ اس جہاز پر گیا اور تلاشی لینے کی کوشش کی۔ دراصل جہاز کے عملے نے اُسے تلاشی لینے کی اجازت نہیں دی اور محض سرکاری طور پر اُسے اطمینان دلادیا کہ آپ وہاں نہیں ہیں۔ جلاوردی پولیس کے آدمی ہر اسٹیشن پر آپ کی تصویر لیے پھرتے ہیں۔ آپ کی تصویریں چند اور سپاہیوں میں بھی گشت کرا دی گئی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے اخبار میں پڑھا یا نہیں کہ پولیس کا مشہور سراغرساں ژرلیت آپ کا پتہ لگانے پر تعینات کر دیا گیا ہے۔ نہیں ہنسئے نہیں، ولادیمیر ایلیچ۔

براہ مہربانی ہنسئے نہیں۔ یہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اگر ہم آپ کی حفاظت کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو اپنا بھیجا گولی سے اڑا دیں گے۔"

ان آخری الفاظ پر لینن کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ انہوں نے رازنسکی کی شعلہ خیز آنکھوں کو گھور کر دیکھا اور اپنے جی میں کہا: "بیشک یہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔" لیکن جب انہوں نے زبان کھولی تو ان کے لہجے میں ناراضگی تھی۔

"کامریڈ رازنسکی۔ آپ کا بھیجا گولی سے اڑے، کتنی ڈرامائی ترجیت ہے! یہ بہت بڑی بات ہے۔ یقیناً روسی انقلاب کا انحصار صرف ایک شخص پر نہیں ہو سکتا۔ اچھا رنجیدہ نہ ہو۔ میں مان جاؤں گا۔"

وہ ایسے دل شکستہ نظر آنے جیسے کوئی بچہ جسے وہ چیز نہ ملی ہو جو اس نے مانگی۔ پھر وہ دوسری طرف چلے گئے اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا: "اچھا اب مجھے وہ چیزیں دکھاؤ۔ مقالے۔ تجاویز، ایجنڈا، مقررین کی فہرست.... دکھاؤ!"

(II)

اب بالکل اندھیرا ہو گیا تھا۔ انہوں نے آگ کی روشنی میں اپنا کام مکمل کیا، تازہ مچھلی کھائی۔ جھونپڑے کے بسنے والوں نے پچھلی رات کو مچھلیاں پکڑ رکھی تھیں۔

جب تک کھانا ہوتا رہا لینن برابر پیٹرو گراڈ کے کارخانوں اور ماسکو، ہیلسنگفارس اور کرونسٹاٹ، شمالی مغربی محاذ، سائبیریا، اور جنوبی اضلاع کی صورت حال کے متعلق سوالات کرتے رہے۔ زیادہ تر جوابات سوورڈلوف نے دیئے۔ اس نے مختصر مگر جامع جوابات دیئے اور اعداد و شمار زبانی بتاتا رہا۔ اسے کثرت سے نام اور پارٹی کے ممبروں کے عرفی نام یاد تھے۔ لینن بہت غور سے سنتے رہے اور جہاں کہیں انہیں جانے کا اتفاق ہوا تھا اسے یاد کرتے رہے۔ پھر اچانک ان کی توجہ ہٹ جاتی یا تو اس وجہ سے کہ ہوا کا رخ بدلنے سے دھوئیں کی ایک لپک ان کے منہ پر آ کر لگی یا شاید یمیلیانوف نے کھانا ختم کرنے کی یاد دلائی۔ پھر وہ بے خیالی سے مسکرائے اور اس خیال سے ان کی آنکھوں میں چمک آ جاتی کہ ان کے سامنے وہ منکسر مزاج بلکہ شرمیلے لوگ بیٹھے ہیں جن کے ہاتھوں میں بالشویکی نظام کے سارے سر رشتے ہیں، جسے بورژوا "بالشویکی سازش" کہیں گے۔

اس کے بعد سب سوورڈلوف اور زروشکی کو رخصت کرنے کشتی کی طرف چلے گئے۔ تھوڑی دیر وہ ساحل پر خاموش کھڑے رہے۔ غبار آلود چاند نکل آیا تھا۔ رخصت ہونے پر انہیں بہار وجیش ہو رہا تھا۔

سوورڈلوف نے کہا:

"یہاں شکار تو خوب ہوتا ہوگا۔ بہت گھنا جنگل ہے۔ تقریباً بالکل جنگل کی طرح؟"

یمیلیانوف نے جواب دیا: "ہاں، بارہ سنگھے اور جل مرغیاں کثرت سے ہیں اور

ٹیل اور جنگلی بطخ..."

"میرے خیال میں شکاری یہاں آتے ہوں گے؟"

"کبھی کبھی شکار کے موسم میں۔"

سوورڈلوف نے سر ہلایا۔

"ہمیں سوچنا ہے کہ شکار کا موسم شروع ہونے سے پہلے تم لوگوں کی جگہ بدل دیں۔"

لینن خاموش رہے۔ البتہ جب رخصت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا:

"میں نے ایک نیلی نوٹ بک یہاں لانے کے لئے کہا ہے۔ نادزدا کونستانتی وونا اسے جانتی ہیں۔ مہربانی کر کے انہیں یاد دلا دیجیے۔ یہ اشد ضروری ہے۔"

اس نوٹ بک کے ذکر پر سوورڈلوف کو اپنی جیب میں رکھا ہوا مسودہ یاد آ گیا۔ لیکن پھر بھی لینن کو دکھانے کی انہیں ہمت نہ ہوئی۔ اس نے سوچا کہ یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ انقلاب کے بعد۔ شاید اس وقت جب سوشلزم قائم ہو جائے اور جب لوگوں کے پاس فرصت کا وقت بہت ہو۔ بہر نوع مضمون خاص طور پر اہم نہیں ہے اور لینن کے سر اسے ڈالنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

وہ کچھ غمگین ہو گیا اور ٹوپی ہاتھ میں لے کر لینن کو سلام کیا۔

زروشکی نے کہا: "مہربانی کر کے چپو ہمیں چلانے دیجئے۔"

وہ ساحل چھوڑ کر جھیل پر چلے۔ تھوڑی دیر تک سب خاموش رہے کہ زردائی پتوار پر بیٹھ گیا۔ جھیل کی ایک چھوٹی سی شاخ جو کشتی پر جھک گئی

اسے لے کر سوورڈلوف نے بے خیالی سے سانگھا۔ وہ خشک ہو گئی تھی اور اس میں رطوبت اور بوسیدگی کی بو شامل ہو گئی تھی۔

سوورڈلوف ابھی تک لینن ہی کے متعلق سوچ رہا تھا اور جب وہ انہیں یاد کرتا تو ایک طویل شفقت بھری مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہو جاتی جیسے ان لوگوں کے چہروں پر آجاتی ہے جنہوں نے کوئی غیر معمولی طور پر خوشگوار چیز دیکھی ہو۔

زرژنسکی بھی لینن کے متعلق سوچ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے اندھیرے میں اس طرح کہا جیسے اپنے آپ سے باتیں کرتا ہو۔

"انہیں توڑنا ممکن نہیں ہے۔"

زرژنسکی نے فوراً جواب دیا: "یہی تو بات ہے۔ لوناچارسکی نے بالکل یہی الفاظ کہے تھے جب وہ پیرس میں رومان رولاں سے بات کر رہے تھے، "لینن کو توڑنا ناممکن ہے چاہے انہیں کوئی مار ہی ڈالے۔" ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ پھر سوورڈلوف نے لہجہ بدل کر اپنی بات پوری کی۔ "اور اسی کا مجھے ڈر ہے میں کہتا ہوں کہ اسی فکر میں رات کو میں بھیانک خواب دیکھتا ہوں۔"

دونوں لینن کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ ہر ایک ان کی ان خوبیوں کو سراہتا تھا جن کی وہ خود بہت قدر کرتے تھے۔

سوورڈلوف نے کہا: "وہ حلیم الطبع ہیں اور غرور نام کو نہیں ہے یہ بات ایک لیڈر کے لئے بہت ہی شاذ ہے۔"

زرژنسکی نے کہا: "وہ ایک شعلے کی طرح پاک صاف اور خودی سے منزہ ہیں۔"

سوورڈلوف نے کہا: "وہ رحم دل اور مہربان ہیں۔"

زرژنسکی بولا: "دشمنوں کے لئے تو وہ سخت ہیں۔ مگر صرف دشمنوں ہی کیلئے۔"

پھر دونوں چپ ہو گئے۔ کشتی تیر کی طرح تیرتی چلی جا رہی تھی۔

سوورڈلوف نے کہا: "تم تو بڑے اچھے ناؤ چلانے والے ہو۔"

زرژنسکی نے مسکرا کر کہا: "یہ بھی جلاوطنی کے زمانے کی مشق ہے۔ میں تین مرتبہ مفرور ہوا تھا۔ دو مرتبہ کشتی کے ذریعے، اٹھارہ سو ننانوے میں کیگورودوکا سے اور اٹھارہ سو بانوے میں ورخولنسک سے...... اس جنونانہ فرار سے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے جو بہت دنوں میں ٹھیک ہوئے۔"

سوورڈلوف نے آدھی مسکراہٹ سے کہا: "چار و ناچار کھلاڑی بنے!"

کونڈراتی پتو اور پھر خاموش بیٹھا رہا اور ان لوگوں کے لئے تعریف اور محبت کے جذبے سے سرشار ہوتا رہا۔

(۱۲)

جب تک کشتی تاریکی میں گم نہیں ہو گئی اس وقت تک لینن اسے دیکھتے رہے اور پھر بولے:

"کیا لوگ ہیں یہ! انہیں توڑ نہیں سکتا۔"

وہ جھیل کے کنارے بیٹھ گئے اور دوسرے بھی ان کے ساتھ۔

رات خاموش تھی اور ایک ہلکا سا کہر جو موسم خزاں کی نشانی ہے جھیل کی

سطح پر پھیل گیا۔ بید کی جھاڑی کے اندر سے انہوں نے بطخ کی سرسراہٹ سنی اور تھوڑی دور پر ایک بطخ نے پر پھڑپھڑاتے ہوئے پرواز کی۔ اندھیرے میں ایک چیچے کی بے پناہ غمگین اور دردناک آواز آئی جو جنوب کی طرف جا رہا تھا۔

کامریڈوں سے جتنی باتیں سنی تھیں انہیں سینخا نے کچھ رشک کی آمیزش کے ساتھ اپنے جی میں پھر دہرایا۔ اس وقت اس بند کوٹھڑی میں زندگی بالکل ناقابل برداشت معلوم ہوتی تھی۔ لینن کے خیالات دور دور تک پہنچے۔ پیٹروگراڈ اور اس کے آگے ماسکو اور دوسرے ولائے جہاں سے ڈیلیگیٹ کانگرس میں آئے تھے اور انہوں نے جھنجھلاہٹ کے ساتھ سوچا کہ انہیں روس کا دورہ کرنے کا کس قدر قلیل اتفاق ہوا ہے۔ وہ کبھی یورال نہیں گئے، نہ ترکستان، نہ قفقاز یا کریمیا اور وسیع سائبیریا میں وہ جلا وطن تھے قید کی حالت میں صرف ایک مقام پر مقید۔ انہیں دکھ کے ساتھ یہ اشتیاق ہوا کہ ہر جگہ جائیں، عوام کے درمیان میں رہیں، ان سے گفتگو کریں۔ آنکھ سے آنکھ ملائیں اور اس قوت کا کوئی ذرہ اپنے اندر بھی محسوس کریں۔

ہلکی سی کراہ کے ساتھ وہ کولیا سے مخاطب ہوئے۔

"کولیا، ہم ذرا پیراکی کیوں نہ کریں؟"

کولیا نے جوش کے ساتھ کہا: "بہت ہی اچھا خیال ہے۔" اس نے اپنے جسم سے بنیان کو اتار کھینچا اور اس کا پیچھا سا جاتا تھا کہ ننگے زمین پھاندا اور وہ پانی میں کود پڑا۔

زینوویف نے چپکے سے کہا: "وہ آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔"

لینن نے فوراً جواب دیا: "محبت کا بدل محبت ہے۔"

سبھوں نے کپڑے اتار دیے اور جھیل میں کود پڑے۔

جب لینن اندھیرے میں نظر سے اوجھل ہو گئے تو زینوویف نے التجا سے کہا: "بہت دور پیراکی نہ کرنا چاہیے۔" لینن کی دور سے آواز آئی: "فکر نہ کرو۔ وہ کمانڈریف پانی میں مجھے نہیں پکڑ سکتا ہے۔" تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر زینوویف نے تشویش کی نگاہوں سے بغور تاریکی میں دیکھا۔ اس نے گھبراہٹ سے کہا: "اوہ انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔"

تھوڑی ہی دیر میں یمیلیانوف بھی فکرمند ہو گیا۔

اس نے کہا: "کیا ہم تیر کر ان کے پیچھے جائیں؟" اور پھر پوری طاقت سے تیرتا ہوا وہ اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

کولیا واپس آ گیا۔ وہ ہانپ رہا تھا مگر بہت خوش تھا۔ وہ بار بار کہتا تھا "اوہو، کتنے زبردست پیراک ہیں اور بہت دیر تک وہ غوطہ لگا سکتے ہیں۔۔۔"

اندھیرے سے چھپ چھپ کی آواز آئی۔ یہ یمیلیانوف تھا جو واپس آ رہا تھا۔

"وہ بہت دور پہنچ گئے ہیں۔ اندھیرے میں مل نہیں سکتے:"

تینوں ذرا دیر خاموش پانی میں کھڑے کان لگا کر سنتے رہے۔ آخر لینن نمودار ہوئے۔ ان کے ہاتھ اور پیر پوری قوت سے چل رہے تھے۔

بیلیانوف نے جزبز ہو کر کہا: "ولادیمیر ایلیچ! آپ ایسی باتیں کیسے کرسکتے ہیں!"

"میں نے کیا کیا! میں مشہور ریڈاک ہوں. گرگوری کو یہ بخوبی معلوم ہے"

وہ ساحل پر چڑھ آئے اور گھاس پر بیٹھ گئے، ہر ایک خوش اور مطمئن ہوگیا تھا. رات بہت گرم تھی. مچھروں کی بھنبھناہٹ ہوا میں گونج رہی تھی.

زینوویف نے اطمینان کے ساتھ جنگ کے ابتدائی دنوں کا ذکر شروع کردیا. جب لینن کراکاؤ کے قریب پورونینو میں تھے وہ لینن کی اس گرفتاری کا حال سنانے لگا جو آسٹریا کے حکام نے جاسوسی کے الزام میں کی تھی. بذاتِ خود اس زمانہ میں خود بہت دور نہ تھا بلکہ زاکوپانا میں تھا. لینن کی گرفتاری کی خبر سن کر وہ بائیسکل پر سوار ہوا اور تیز بارش میں دس کلومیٹر چل کر پولینڈ کے انقلابی ڈاکٹر ڈولسکی کے پاس پہنچا اور ان سے مداخلت کی اپیل کی.

زینوویف نے چپکے سے کہا: "وہ زمانہ بڑا سخت تھا لیکن اب اس سے بھی بدتر ہے!"

لینن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"ایک روسی انقلابی کے لیے یہ ناقابل بیان، قابل نفرت اور شرم کی بات ہے کہ اس پر زار کے روس کی جاسوسی کا الزام لگایا جائے. میں تم سے یہ راز کی بات کہتا ہوں. ایک اور چیز ہے جو اتنی ہی قابل نفرت ہے اور وہ ہے قیصر کی جرمنی کے لیے جاسوسی کرنے کا الزام."

یہ الفاظ بے خیالی میں ان کے منہ سے نکل گئے. اس کے پہلے لینن

نے کبھی گفتگو میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں کیا تھا. بیلیانوف کو پہلی مرتبہ محسوس ہوا کہ "جرمن جاسوسی" کے تمام نفرت آمیز الزامات کو انہوں نے اس سے بہت زیادہ محسوس کیا جتنا معلوم ہوتا تھا. لیکن لینن نے فوراً موضوع بدل دیا اور پھر خاموش ہوگئے. جھیل کے اس پار دور سے گانے کی آواز آئی اور بیلا بجنے کی. یہ آوازیں ستاروں کے نیچے تاریکی میں چلتی ہوئی کشتیوں سے آ رہی تھیں اور پانی کی چھپا چھپ اور مچھروں کی بھنبھناہٹ سے مل کر سب کے دلوں میں خاموش غم کا احساس پیدا کر رہی تھیں.

لینن نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا: "ہاں یہ تو اچھا ہے کہ یہاں جنگل کے بیچ میں بیٹھ کر فطرت کے حسن کا تصور کریں. شاعر اور فن کار کے نقطۂ نظر سے اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے. وہ شعر تو تمہیں یاد ہوگا:

'وہ سکون اور متانت کے ساتھ رواں ہے، نغمہ ہائے شیریں اور شعلوں سے بھرپور، خالی لہروں کے ساحل پر وسیع اور پُرشور جنگل کے بیچ میں!'

اور میں اپنے گناہوں کی پاداش میں متمنی ہوں کہ پیٹروگراڈ پہنچوں، واقعات اور پرجوش عوام کے درمیان جاؤں. آخر اب کی تو میں نے شہر کو ٹھیک طرح سے دیکھا بھی نہیں. میں نے کانسی کے گھوڑ سوار کو بھی نہیں دیکھا. اور میں گورکی کو یہاں بھیج دوں گا...... وہ یہاں بیٹھ کر غور و فکر کرتا رہے گا. افسوس کی بات ہے کہ وہ خالص سیاسی سرگرمیوں میں الجھ گیا وہ بہ نسبت طبقاتی آویزش اور طبقاتی تعلقات کی باریکیوں کے انسانوں اور انسانی فطرت کی باریکیوں کو زیادہ اچھی طرح سے دیکھتا اور سمجھتا ہے. گورکی نے

اخبار میں "لینن پر ہاتھ نہ ڈالو!" کا مضمون لکھ کر میری حمایت کی اور دوسرے مضامین میں اولیانوف لینن کی۔۔ بحیثیت ایک ایسے شخص کے جسے وہ بخوبی جانتا ہے اور عزت کرتا ہے، نہ کہ ایک خاص طبقے کے نمائندہ اور حامی کی حیثیت سے۔ سیاست، انسانی تعلقات کا ایسا پہلو ہے جو افراد سے نہیں بلکہ کروڑوں سے واسطہ رکھتا ہے۔۔۔۔ گورکی کے کام میں ہم دخل دیں تو وہ شاید ناراض ہو جائے یعنی اگر ہم انہیں بتائیں کہ تاروں بھری رات یا اس جھیل کی لہروں کا منظر کس طرح بیان کیا جائے۔ جیسا منظر اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ ہاں فنکار بعض اوقات تنہائی چاہتا ہے ہم سیاست والے دنیادار آدمیوں کے لئے تنہائی ممنوع ہے۔ ہمارا ماحول عوام الناس ہیں۔ شاعر بھی شاید اپنے الہامی دعوی کے باوجود یہ مانتے ہیں کہ وہ عوام الناس کے لئے لکھتے ہیں۔ لیکن ان کے لئے یہ اتنا بھونڈا اور اتنا سیدھا سوال نہیں ہے۔ شاید وہ اپنی بہترین سطریں اس وقت لکھتے ہیں جب وہ کچھ دیر کے لئے عوام الناس کو بھول جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم عوام الناس کو بھول جائیں تو کہیں کے نہ رہیں۔ کولیا سردی تو نہیں لگ رہی ہے؟"

"نہیں۔"

لینن نے قہقہہ لگایا اور سلسلۂ تقریر جاری رکھا:

"اور بہر نوع اس وقت ہماری زندگی بھی غیر شاعرانہ نہیں ہے۔ یہ جھونپڑا، تنہائی، پوشیدگی، بدلا ہوا بھیس، پولیس کا تعاقب۔۔ "بچے مارکسیوں کے لئے جو اپنے "سرمایہ" (مارکس کی مشہور کتاب۔ مترجم) کو خوب

اچھی طرح جانتے ہیں جیسے ایک کسان اپنی پشت کی زمین کو جانتا ہے۔ یہ کوئی مذاق کی بات نہیں ہے۔ سوشلسٹ انقلابی ہمیشہ اپنے کو رومان پسند اور ہم سوشل ڈیموکریٹوں کو کند ذہن سمجھتے ہیں۔ یہی خیال باکونین کا مارکس کے بارے میں تھا۔ لیکن ذرا سوشلسٹ انقلابیوں کو دیکھو۔ کسانوں کے لئے ان کی رومانیت ختم ہو گئی، مرجھا کر رہ گئی، اب وہ ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ وہ امن پسند، بڑی توند والے لوگ ہو گئے، وہ ایسی کسانوں کی جماعت ہے جو کسانوں کو زمین نہیں دیتی۔ حالانکہ ہم کند ذہن لوگ انہیں زمین دیں گے، وہ اقتدار چاہتے ہیں مگر اس سے ڈرتے بھی ہیں۔ لیکن ہم کند ذہن لوگ اس سے نہیں ڈرتے۔ "کسانوں کے وزیر" شرنوف پر سیے بعد جاسوسی کا الزام لگایا گیا اور اس نے خاموشی کے ساتھ وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور ایک اچھے لڑکے کی طرح عدالتی کاروائی کا انتظار کر رہا ہے۔ انہوں نے اس کے منہ پر تھوک دیا تو اس نے پونچھ ڈالا اور کہا کہ یہ تو مقدس شبنم ہے لیکن ہم روپوش ہو گئے ہیں اور یہیں مچھر کاٹتے ہیں۔ کولیا، آؤ۔ پانی میں ایک غوطہ اور لگائیں۔"

ییلیانوف نے ٹوکا: "مگر مہربانی کر کے بہت دور نہ جایئے گا!"

لینن اور کولیا پھر پانی میں کود پڑے اور چھپا چھپ کا شور ہونے لگا۔ پھر وہ کنارے پر آ گئے اور کپڑے پہننے لگے۔

ییلیانوف نے کہا: "تمہارے اسکول جانے کا وقت جلد آ رہا ہے تمہاری ماں کہتی ہیں کہ اب تمہیں گھر واپس جانا چاہیے۔"

کولیا نے منہ بسور کر کہا: "میں کہیں نہ جاؤں گا، یہیں ٹھہروں گا۔"
سیلیانوف نے متانت سے کہا: "یہ کیا کہتے ہو! تمہیں ضرور پڑھنا چاہئے۔"
لینن کی آواز اندھیرے سے آئی۔
"لیکن کولیا کے بغیر یہاں کیا مزہ آئے گا۔ اسے یہیں رہنے دو۔ ہم کتابیں اور کاپیاں لے آؤ۔ میں اسے پڑھاؤں گا۔ ٹھیک ہے نا کولیا؟"
کولیا نے اپنی خوشی ضبط کرتے ہوئے منمنا کر کہا: "ہاں ہاں۔"
سیلیانوف نے چپکے سے "شش..." کہا۔ چھٹی منانے والوں کی دو کشتیاں ساحل کی طرف آ رہی تھیں۔ آدمیوں کی آوازیں اور ستار کی جھنکار بالکل قریب ہی سنائی دے رہی تھی۔
زینوویف نے آہستہ سے کہا: "یہ لوگ ضرور یہیں ساحل پر اتریں گے"
ایک کشتی میں سے ایک آدمی کے گانے کی آواز آئی:

میرے بچے موسم بہار میں گلاب کی تلاش نہ کر
گلاب تو جون میں اکٹھا کرنا۔
شروع موسم بہار گل بنفشہ توڑنے کے لئے اچھا وقت ہے
یہ جان لے کر جلدی، بہت جلدی یہ بھی گزر جائے گا
گرمی آ جائے گی اور اس وقت تو گل بنفشہ توڑنا چاہے گا
اور لیکن اس وقت تک تو پھول مرجھا جائے گا
تو گزرے ہوئے موسم بہار کے لئے تڑپ کر روئے گا
لیکن تیرے آنسو اسے واپس نہ لا سکیں گے۔

دوسری کشتی سے ایک بھونڈی اکھڑی اکھڑی آواز آئی:

تیرے لب سرخ بیری کی طرح سرخ ہیں
تیرے رخسار گلنار دی ژان کے گلاب ہیں

ایک عورت کی ناز و انداز بھری آواز آئی: "بس چپ رہو تم تو نامعقول انسان ہو"
ایک مردانی آواز نے اس کی تائید کی: "خاموش احمق کہیں کے!"
پہلی کشتی سے جھنجھناتی ہانپتی آوازیں آئیں:

بانکوں کا اک نمونہ پہلے آتا ہے نظر
پھر نظر آتا ہے اک زرق برق لباس
پھر زرہ جامہ جھاگ جیسا لباس، جالی کے کپڑے کا لباس
اور پھر وہ اور وہی ... یعنی کہ وہ (خاتون)

دوسری کشتی سے جوابی بول سنائی دیئے:

میڈم کلوٹز! اپنے پوریا کو لے جاؤ۔
یہ صاحبزادے اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکتے۔
دیکھو فرش پر اس نے کیا کیچڑ کر دیا ہے۔

اور پھر زوردار قہقہہ کے ساتھ یہ گانے لگے:

جرمن ایجنٹ، جرمن جاسوس
قیصر ولیم کو خوش کرنے والے اخناس

لینن نے چپکے سے کہا: "یہ ہمارے متعلق ہے" اور پھر سانس روکے بیٹھے۔

کشتیاں ساحل سے دور ہٹ گئیں اور اکھڑی اکھڑی آوازوں میں دور سے سنائی دیا: "سفید، پیلے بھینی بھینی خوشبو والے ہیں رات کے پھول" پھر ان کی آوازیں مدھم ہو کر غائب ہو گئیں، رات کی خاموشی پھر چھا گئی۔

بیلیانوف نے تحقیر آمیز مذاق سے کہا: "اگر یہ کہیں جان جاتے کہ آپ یہاں ہیں!"

زینوویف نے غصہ میں لرز کر کہا: "اُف وہ کتنا بیہودہ، کتنا بیہودہ!"

لینن نے سنجیدگی کی مسکراہٹ کے ساتھ کہا: "ہاں! گلوریڈی ژان کے گلاب جیسے رخسار"۔

وہ جھیل پر سے خاموشی کے ساتھ ٹہلتے ہوئے واپس آ گئے، اُن کی خاموش جائے پناہ میں اس بیہودہ بازاری زندگی کی جو شراب میں بسی ہوئی فحش ہوا کے ساتھ آئی تھی اُس سے گویا سبھی کو نفرت کا احساس ہوا۔ ہر ایک کا اس کے متعلق اپنا اپنا خیال تھا۔ زینوویف نے خیال کیا کہ پرانا روس ابھی زندہ ہے، راگ و رنگ ہے، زرق برق بک بک ہے، چاندنی رات کے مزے ہیں، فرسودہ گانے، بیہودہ مذاق اور کاروبار ہے اور کوئی ان انقلابیوں کی شمہ بھر بھی پروا نہیں کرتا جن پر ظلم کیا جا رہا ہے اور جو تنگ آ کر روپوش ہو گئے ہیں، اس نے یہ بھی خیال کیا کہ بیدار مزدور چند ہی ہیں اور وہ درمیانی طبقے کے وسیع دلدل میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔

بیلیانوف نے خیال کیا کہ یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ ان تفریح بازوں

نے ساحل پر اترنے کا خیال نہیں کیا۔ لیکن جب شکار کا موسم آئے گا تو یہ جگہ واقعی مخدوش ہو جائے گی اور شاید سورڈلوف کا خیال ٹھیک تھا۔

کوبا اب تک لینن کی طاقتور پیراکی کے سراہنے میں مست تھا اور اس لئے اُسے چھٹی منانے والوں کے "جرمن جاسوس" والے گانے پر سخت غصہ تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اس گانے سے لینن کو کتنا سخت دکھ ہوا ہوگا اور اس پر اسے اتنا رنج تھا کہ وہ اندھیرے میں جا کر رونا چاہتا تھا۔

لیکن لینن کے ذہن میں اور طرح کے خیالات تھے، وہ سوچ رہے تھے کہ چاہے کوئی پسند کرے یا نہ کرے انقلاب کو بروئے کار لانا ہی ہے اور انہیں کم ظرف لوگوں کی مدد سے جو کشتیوں میں گاتے اور شور مچاتے ہیں سوشلسٹ ریاست بنانا ہے، سوشلزم کے لئے نئے آدمی نہیں بنائے جا سکتے۔ انہیں لوگوں کو پھر سے بنانا اور انہیں کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے۔ اس لئے کہ ملک کوئی خیالی دنیا (UTOPIA) نہیں ہے، بلکہ روس ہے، یہ کام آسان نہیں ہے بہت مشکل ہے، انقلاب برپا کرنے سے بھی زیادہ مشکل، لیکن اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے، بعد کو کوبا جیسے لوگ بڑے ہوں گے۔ ان کے لئے بھی یہ بچوں کا کھیل نہ ہوگا۔ مگر پھر بھی اب سے آسان ہوگا۔ انہوں نے کوبا کو گلے لگایا اور کوبا کو خیال ہوا کہ لینن کو اس کے دل کی بات معلوم ہو گئی جس سے اس کا دل خنک ہونے لگا۔

(۱۳)

جھیل میں یہ اُن کا آخری غسل تھا۔ راتیں زیادہ سرد ہوگئیں۔ نڈزوا نے گرم کپڑے بھیج دیے تھے۔ بھور کی صبح کے وقت جھونپڑے سے باہر قدم رکھنا دشوار تھا۔ شروع موسم خزاں کی ہوائیں درختوں اور جھاڑیوں میں سنساتی تھیں۔ پتیاں پیلی ہونے سے پہلے ہی گر رہی تھیں اور گھاس صاف کئے ہوئے چراگاہ کے پچھلے تالابوں میں شکن ڈال رہی تھیں۔ لیکن لینن پر جیسے گرمی کا اثر نہیں ہوتا تھا ویسے ہی سردی کا بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اب وہ اپنا دوسرا مضمون "انقلاب کے سبق" لکھ رہے تھے اور پارٹی کانگریس جو پیٹروگراڈ میں ہونے والی تھی اس کی مجلس صدارت سے خط و کتابت کرنے میں مصروف تھے۔

ایک دن سورج ڈوبتے وقت سریوژا ایک پستہ قد دبلے پتلے مگر گٹھے جسم کے آدمی کو لے کر آیا جس کے بال کچھ سیاہ تھے اور بڑی روسی ناک کے نیچے سیاہ مونچھیں تھیں۔ پیال کے ڈھیر اور درختوں کے ہرے ڈوبتے ہوئے سورج کی سرخ شعاعوں سے جھلملا رہے تھے۔ شام کی سردی اور تیز ہوا تھی۔ مونچھوں والے آدمی نے سبزہ زار کو پار کیا۔ اس کا لمبا سایہ پیچھے پیچھے تھا۔ وہ جنگل کے سرے پر رک گیا اور تذبذب کے ساتھ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ لینن جو پیال کے ڈھیر کے پاس کھڑے تھے چل کر اس کے پاس آئے اور

سلام کیا۔ اُس آدمی نے اُدھر منہ پھیرا اور بے پروائی سے لینن کی طرف دیکھا۔ لینن نے منہ بنا کر پوچھا: "ارے کامریڈ سرگو۱؎۔ تم مجھے پہچانتے نہیں؟" اور جی میں خوش ہوئے کہ اس بھیس میں وہ پہچانے نہیں جا سکے۔ سرگو کے ہونٹ پر مسکراہٹ آگئی وہ جلدی سے آگے بڑھا اور لینن سے بغل گیر ہوا۔ پھر ایک قدم پیچھے ہٹا اور دوبارہ لینن کو گلے لگا کر کہا:

"ولادیمیر ایلیچ۔ اور میرے پیارے چرکئے! میرے پیارے انسان!"

اُس نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ وہاں کوئی اور نہ تھا اور ہوا تیز چل رہی تھی۔ اس کھلی جگہ میں جہاں ڈوبتے سورج کی شعاعیں تیزی سے پڑ رہی تھیں۔ لینن اکیلے معلوم ہوئے۔ سرگو انہیں اس طرح بلا کسی کامریڈ کے تنہا دیکھنے کا بالکل عادی نہ تھا اس لئے وہ حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔

اُس نے سوچا تھا کہ لینن ایک دیہات کے بڑے سے الگ تھلگ مکان میں ہوں گے جس پر معتمد مزدوروں کا پہرہ ہوگا اور جو شاید سینکڑوں سے مسلح ہوں گے۔ اب اس نے سمجھا کہ اُس کا خیال کتنا احمقانہ تھا۔ تاہم وہ یہ خیال کر کے سہم گیا کہ پارٹی کے جس لیڈر کے لئے ہزاروں آدمی اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہیں وہ ایسی بے بسی کے عالم میں ہو۔

ارغوانی رنگ کے غروب آفتاب نے فضا کو خاموش سنجیدگی سے معمور کر دیا تھا جس سے سرگو کے جذباتی جوشیلے مزاج میں گھبراہٹ سی پیدا ہو گئی۔ یہ معلوم کر کے کہ لینن اس سادے سے جھونپڑے میں رہتے ہیں۔ اس نے غصے میں

۱؎ گریگوری۔ آرجونی کڈزے کا پارٹی میں عرف۔ مترجم۔

اپنے ہاتھ ہلائے۔

"یہ تو بہت بڑا ہے۔ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ جھیل کے کنارے آپ کا کوئی مکان ہوگا۔ آپ یہاں کام کیسے کرسکتے ہیں؟ آپ کے پاس تو بیلک نہیں ہے۔"

لینن نے پوچھا۔

"کانگریس میں کیا ہو رہا ہے؟"

"میں ابھی بتاؤں گا۔"

اس دوران میں کولیا اور زینوویف جھونپڑے سے باہر آئے۔ ییملیانوف رازلیو میں تھا۔ سریوزا نے کولیا کو ایک پوری ٹوکری دی اور ایک پرانی بھیڑ کی کھال۔ اور پھر آگ جلانے لگا۔

لینن نے کہا: "رات کو یہیں ٹھہر جاؤ۔ کل صبح جانا اور پیٹروگراڈ میں کانگریس شروع ہونے کے وقت پہنچ جاؤ گے۔ ٹھیک ہے نا؟ بہت خوب! سریوزا، تم گھر جاؤ۔ کل صبح اس کامریڈ کو لینے آجانا۔"..

سریوزا کشتی پر چلا گیا۔

انہوں نے روٹی اور ہیرنگ مچھلی کھائی اور جھونپڑے میں چلے گئے۔ کولیا کو نیند آرہی تھی۔ مگر وہ کوشش کرکے جاگتا رہا اور رات گئے تک ان دونوں کی باتیں سنتا رہا۔ لیکن جو کچھ اس نے سنا اس سے دلچسپی نہیں ہوئی۔ لینن اور کبھی کبھی زینوویف سوال کرتے تھے اور سرگو جواب دیتا تھا۔ لیکن عموماً جواب ناموں کے ہوتے تھے یا اعداد و شمار کے۔ "اتنے موافق، اتنے

مخالف، فلاں شخص موافق، فلاں شخص مخالف....."

لینن توجہ اور جوش کے ساتھ سنتے رہے۔ کبھی کبھی بیچ میں سوال کرتے تھے، کبھی ہنستے تھے، کبھی سنجیدہ ہو جاتے تھے۔ اور کبھی اپنی مخصوص "ہوں ہوں" کہتے تھے۔ اور کولیا پر سرگو کے مسلسل ناموں اور اعداد و شمار سنتے سنتے نیند کا غلبہ بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن سرگو کی یہ بات اس نے سن لی۔

"میں نے چخیدزے کے منہ پر صاف صاف کہہ دیا کہ میں اسے کیا سمجھتا ہوں۔ میں نے جارجین زبان میں کہا تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ لے: "تم جیلیہ ہو۔ یہی تمہاری حقیقت ہے۔""

اس کے بعد کولیا سو گیا۔ صبح تڑکے جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے پھر وہی باتیں سنیں، لینن کے سوالات اور سرگو کے جوابات۔

"ذرا ڈیلیگیٹوں کا حال تو بتاؤ۔ عام ڈیلیگیٹوں کا۔ مقامی لوگوں کا؟ ان کی مزاجی کیفیت کیا ہے؟ کیا وہ پریشان ہیں؟ ان کا جوش ٹھنڈا تو نہیں پڑ گیا ہے؟"

"اوہ ولادیمیر ایلیچ، آپ ان کے متعلق کسی قسم کا شک کیوں کرتے ہیں؟ وہ جوش سے بھرے ہوئے ہیں اور فتح پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ ہر شخص سیانا اور پختہ ہو گیا ہے۔ وہ تو لیڈر ہو گئے ہیں۔ سچ مچ کے لیڈر۔ خارکوف تنظیم سے آرتیوم، لوگانسک سے وروشیلوف، باکو سے جاپاریڈزے، سائبیریا سے شومیاتسکی۔ آیوانوو وازنیسنسک سے بوبنوف، چلیابنسک سے سوفیگ، منسک سے میاسنیکوف اور ضلع واشبورگ سے ہمارے کالینن، پرولتاری

دل اور وزیروں کا دماغ رکھنے والے"۔

"کیا ان میں بہت سے نوجوان ہیں؟"

"ڈیلیگیٹوں کی عمروں کا اوسط انتیس برس ہے۔"

"کیا سینن نہیں آئے؟"

"وہ پیٹروگراڈ آتے ہوئے راستہ میں گرفتار کر لئے گئے۔"

"اور سرا ٹوف کے اینٹونوف؟ کیا وہ نہیں آئے؟"

"وہ بھی گرفتار ہو گئے۔ وہ لینن کے ساتھ کشتی پر تھے اور کشتی سے اتار لئے گئے۔"

"ہاں تم نے کیا کہا تھا؟ کل کانگریس میں مزدور کتنے ہیں؟"

"ستر۔"

"آدھے سے زیادہ۔ چھ مہینے پہلے تو ہم کبھی قیاس ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ایسا ہو سکے گا۔"

تھوڑے وقفہ کے بعد لینن نے پوچھا "مارٹوف نے کس طرح کا خط بھیجا؟"

سرگو غصہ سے غرایا: "کچھ اچھا نہیں۔ نہ ادھر نہ ادھر۔"

کولیا پھر سو گیا اور جب وہ بیدار ہوا تو ان کی باتیں ختم ہو چکی تھیں سب سو گئے تھے۔ پیلا سا سورج دھندلے آسمان پر بلند ہو رہا تھا۔ کولیا چپکے سے جھونپڑے سے نکلا اور ہاتھ منہ دھونے جھیل پر چلا گیا۔ اور پھر حسب معمول دیکھ بھال کے کام پر روانہ ہو گیا۔

سب سے پہلے اس نے رسولوف کے مرغزار کا معائنہ کیا۔ وہ پیال کے

کھیت پر پہنچا اور جھاڑیوں میں چھپ کر دیکھتا رہا۔ دو ننگے پیر جھونپڑے کے اندر سے نکلے اور پھر ایک دوسرے سے رگڑنے لگے، بظاہر وہ ٹھنڈے ہو رہے تھے مگر ابھی تک یخ نہیں ہوئے تھے۔ انگوٹھے ادھر ادھر ہلتے اور گردش کرتے تھے پھر ایک پیر جھونپڑے کے اندر چلا گیا اور جلد ہی دوسرا پیر بھی۔ اس کے بعد پھر دونوں پیر نکلے اور ایک دوسرے سے رگڑنے لگے۔ کولیا نے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کی۔ وہ سردی کھائے ہوئے پیر ہلتے ہوئے سخت مضحکہ خیز معلوم ہوتے تھے۔ بالآخر دونوں پیر غائب ہو گئے اور ایک منٹ بعد خود رسولوف جھونپڑے سے نکلا۔ وہ بڑی دیر تک انہیں پیروں پر کھڑا رہا جو ایسے ہی معلوم ہوتے تھے جیسے کسی اور کے ہوئے ہیں۔ اس نے جمائی لی اور جنگل میں چلا گیا۔ کولیا روانہ ہونے ہی والا تھا کہ دفعتاً اس نے دو پیر اور پہلے سے چھوٹے جھونپڑے سے نکلتے دیکھے اور اس کے بعد رسولوف کا لڑکا اور کولیا کا ساتھی اور رقیب دیما برآمد ہوا۔ اس کے الجھے ہوئے سر اور خواب آلودہ چہرے دیکھ کر کولیا نے دبا دبا قہقہہ لگایا۔ اُسے یہ محسوس کر کے خوشی ہوئی کہ دیکھ بھال کے وقت ایک ساتھی کھیلنے کے لئے مل گیا گویا جنگل میں ریڈ انڈین کے ساتھ اور وہ قبائلی نعرہ لگا کر دیما کے کان پھوڑ دینے والا ہی تھا کہ دفعتاً اسے اپنے فرائض یاد آ گئے اور وہ رک گیا۔ اگر دیما کو معلوم ہو گیا کہ کولیا یہیں قریب رہتا ہے تو وہ اس سے ملنے آنے جانے لگے گا۔ کولیا اس خیال سے ہی لرز گیا کہ وہ ایسا کرنے ہی والا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو کر جنگل میں گھس گیا جیسے اس نے واقعی کسی مخبر کو اپنے سامنے دیکھا ہو۔

وہ اپنے جانے بوجھے دکوڑے کے پاس پہنچ گیا اور گھاس پر بیٹھ کر بڑے غور سے سوچنے لگا۔ بہرنوع یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ وتیا کے ساتھ کھیل نہیں سکتا اور اپنی موجودگی کو اس پر ظاہر نہیں کر سکتا، وہ یہ کہہ کر وتیا کو بوکھلا دیتا کہ جھیل کے پاس اس مرطوب جنگل میں رسولوف کی ناک کے پاس ہی کیا ہو رہا ہے۔ اور پھر دفعتاً اسے عجیب خواب آلودہ چہرے والے وتیا پر ترس آگیا۔ اس نے فاخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے جی میں کہا کہ بیچارے وتیا کا جی بہت اکتاتا ہوگا۔

کولیا نے اُس مونچھوں والے ہنسوڑ آدمی کی نقل کی جو اس وقت لینن کے پاس تھا اور زور سے کہا: "اے، واے، اس کا جی یہاں کتنا اُکتاتا ہوگا"۔

اس نے آس پاس کے جنگل کا چکر لگایا اور جھونپڑے کی طرف واپس آکر خاموشی کے ساتھ گھاس پر بیٹھ کر دیکھنے لگا۔ اس کا باپ واپس آچکا تھا اور شاشا بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ دہکتی ہوئی آگ کے قریب لینن کے ساتھ بیٹھے ہوئے کسی بات پر گفتگو کر رہے تھے۔ جلد ہی سرگو بھی جھونپڑے کے باہر آگیا۔

لینن نے اُس سے کہا: "تم بڑی دیر تک سوتے رہے۔ صبح کے اجلاس میں تم دیر سے پہنچو گے۔ میں نے تجاویز کو پڑھ لیا ہے اور کہیں کہیں ترمیم کر دی ہے۔ مہربانی کر کے یہ ساتھیوں کو دکھا دینا۔"

سرگو نے خوشی سے آنکھیں میچ لیں اور دھوپ کی طرف دیکھا۔ زینوویف بھی جھونپڑے سے نکل آیا۔ وہ چوکس اور خوش دل نظر آتا تھا اور سرگو کو پکار کر

کہا کہ اُس کے ساتھ منہ ہاتھ دھونے کے لئے جھیل پر چلے۔ دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہو گئے۔ کولیا کو خیال آیا کہ زینوویف ہمیشہ مہمانوں کی موجودگی میں بشاش ہو جاتا ہے۔ ویسے آجکل وہ عموماً بہت خاموش اور سست رہتا ہے۔ کولیا کو اس میں کچھ تصنع نظر آیا۔ اس کے دل میں مبہم سا خیال آیا کہ دوسروں کے سامنے زینوویف اپنے کو بالکل لینن جیسا ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کہ وہ لینن کی طرح سوچتا ہے اور انہیں کی طرح بہادر، پُر اعتماد اور ملنسار ہے۔ کولیا اپنے مشاہدات سے کوئی نتیجہ نہ نکال سکا۔ دراصل وہ اپنے خیالات میں زیادہ دیر تک نہیں الجھا رہا۔ اس نے صرف یہ دیکھا کہ اگر سرگو یہاں نہ ہوتا تو زینوویف کبھی سویرے اتنی سردی میں جھیل پر نہ جاتا اور نہ وہ اتنی سرگرمی سے تولیہ ہلاتا ہوا اور اتنی بلند آواز سے باتیں کرتا ہوا باہر نکلتا۔

جھیل سے واپس آکر سرگو نے چاء پینے سے انکار کیا اور شاشا کو ساتھ لے کر کشتی کی طرف روانہ ہو گیا۔ چلنے سے پہلے اس نے زینوویف سے گرمجوشی کے ساتھ ہاتھ ملایا اور لینن کا ہاتھ دیر تک پکڑے رہا اور پھر رخصت ہو گیا۔ جنگل کے سرے پر وہ ذرا دیر ٹھہرا اور جھونپڑے پر نظر ڈالی اور پیال کے ڈھیر اور ساری کھلی جگہ کو دیکھا اور پھر ایک قہقہہ لگا کر نظر سے اوجھل ہو گیا اور درختوں میں غائب ہو گیا۔

زینوویف کا جوش ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس نے بیٹھ کر اپنے جوتے اتارے۔ جوتوں کے فیتے جو بری طرح بندھے تھے انہیں کھولا اور پیر ملنے لگا۔

کولیا آگ کے پاس گیا اور اپنے باپ سے پوچھا:

"کیا آپ نصاب کی کتابیں لائے؟"

کولیا نے اس امید میں یہ الفاظ کافی زور سے کہے تاکہ لینن سن لیں اور ان کا وعدہ یاد آجائے۔ لیکن لینن بظاہر خود اپنے خیالات میں محو تھے اور بے خیالی سے آگ کے شعلوں کو دیکھ رہے تھے اور ییلیانوف کو بھی لینن کا وعدہ یاد نہیں رہا تھا اور اسے حیرت تھی کہ کولیا اپنی اسکول کی کتابوں کے لئے کیوں اتنا اصرار کر رہا ہے اور یہ لڑکا کیوں اتنا مشتاق ہو گیا ہے۔

اس نے لینن کی طرف اشارہ کر کے آہستہ سے کہا: "انہیں پریشان نہ کرو۔ چند ہی دن میں تم خود ستاشا یا کوندراٹی کے ساتھ پیٹر گراڈ جاؤ گے تو وہاں اپنی ضرورت کی سب کتابیں خرید لینا۔ تمہاری ممی مارفا تمہیں اسکول کے کپڑے بنا دیں گی۔"

(۱۴)

شاٹ مین سنہری بغیر فریم کی عینک لگائے کالی ٹوپی اور چھڑی کے ساتھ بالکل اس صورت میں جیسے کوئی چھٹی منانے والا چہل قدمی کے لئے نکلا ہو، شام کے وقت آیا اور دیکھا کہ لینن تازہ خبروں کو معلوم کر کے سخت پریشان ہیں۔ لینن آگ کے پاس بیٹھے تھے۔ شعلوں کی روشنی ان کے چہرے پر لپک رہی تھی۔ صبح کو جو اخبار سرخ اور نیلی پنسل سے گہرے نشان لگے ہوئے آئے

تھے وہ چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی لڑائی ہوئی ہو۔ علاوہ ان اخبارات کے جو شدید بے ترتیبی سے پڑے تھے دہکتی آگ کے گرد کا منظر جس پر ایک کیتلی سنسنا رہی تھی اور تین آدمی اور ایک لڑکا اس کے پاس بیٹھے تھے بالکل پرامن معلوم ہو رہا تھا۔

رازداری کے خیال سے شاٹ مین نے خاموشی سے اخبارات جمع کر کے تلے اوپر رکھ دیئے اور پھر آگ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ عام طور پر وہ معتدل مزاج اور کم آمیز تھا لیکن آج وہ غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ بالشویکی کانگریس جس کا اجلاس ہو رہا تھا اس کی روداد اخباروں میں چھپی تھی اور سوروڈوف کا یہ قول نقل ہوا تھا کہ لینن کانگریس میں خود نہیں شریک ہو سکے مگر وہ یہاں سے بہت دور نہیں ہیں اور خفیہ طور پر ہدایات دے رہے ہیں۔

چنانچہ سرکاری دفتر استغاثہ اور جوابی خبر رسانی کے محکمہ میں بڑی بے قراری تھی اور پیٹر گراڈ میں یہ افواہ تھی کہ کانگریس سے لینن کا پتہ بتانے کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر ادھر سے انکار ہوا تو شریک ہونے والوں پر ایک مجرم کو پناہ دینے کا الزام لگایا جائے اور شام کے اخبارات میں جو شاٹ مین اپنے ساتھ لائے تھے ایک سنسنی خیز خبر چھپی تھی جس کا عنوان تھا "لینن کے جرم کی ایک اور شہادت"۔ خبر یہ تھی کہ ایک شخص مسمی سیمیون کوشنیر جسے پولیس نے حسن اتفاق سے کیف میں پکڑ لیا تھا وہ ان چھوٹے جرمن جاسوسوں کا ایک فرد نکلا جو روس میں کام کر رہے ہیں۔" اس نے اپنے جاسوسی کے کام کے متعلق فان ہینڈنبرگ سے دیر تک گفتگو کی۔ اس کا جاسوسی کا کام آسٹریا کے

فریڈریس کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ فریڈریس نے اس سے لینن کے متعلق کہا کہ جرمنی میں ان کا روپیہ جمع ہے اور وہ جتنا چاہیں بلا قید نکال سکتے ہیں۔"

شاٹ مین نے طیش آمیز لہجہ میں یہ خبر لینن اور زینوویف کو سنائی۔ لینن نے شام کے اخبارات پر ایک سرسری نظر ڈالی اور اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"یہ خبر تو بڑے احمقوں کے لئے چھپی ہے۔" ایک معمولی جرمن جاسوس نے جرمن فوج کے کمانڈر ان چیف فان ہنڈنبرگ سے دیر تک گفتگو کی۔ کتنی عجیب بات! بالکل مہمل بکواس۔ البتہ یہ ایک اہم خبر ہے۔ یہ سیاسی صورت حال کی کلیدی بات ہے۔ بورژوا طبقہ نے طے کیا ہے کہ انقلابی پرولتار کے خلاف اپنے کو منظم کریں۔ ایک ریاستی کانفرنس "منعقد ہو رہی ہے، کہیں اور نہیں بلکہ خاص قدیمی دارالسلطنت ماسکو میں۔ چالیس گرجاؤں میں چالیس چالیس بار گھنٹے بجیں گے۔ تمام بڑے بڑے کارخانہ دار اس میں شریک ہوں گے بڑے بڑے مہاجن اور سٹہ باز۔ زمیندار۔ زار کے جنرل اور راسخ العقیدہ کلیسا کے عمائد اور ہمارے سوشل انقلابی اور منشویک بھی پیوتر ایوانووچ بابچنسکی[1] کی طرح پیچھے پیچھے دوڑے جائیں گے۔ انقلاب دشمن طاقت فیصلہ کن جنگ کی تیاری کر رہی ہے۔ کوئی حربہ انہوں نے اپنے اسلحہ خانے میں تیار کر رکھا ہے اور یہ خبر ہے کہ راپابوشنسکی نے تاجروں اور کارخانہ داروں کے جلسے میں کہا کہ موجودہ صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ "قحط کا بے گوشت پوست ہاتھ قوم کے ان جھوٹے دوستوں یعنی جمہوری سوویتوں اور کمیٹیوں کا گلا گھونٹ دے۔"

---

[1] گگول کے ناول "انسپکٹر جنرل" کا ایک کردار۔ مترجم۔

بھی ان کا خاص حلیف ہے، قحط۔ دوسری تدبیر بوناپارٹ کے طرز کی آمریت اور آخری حربہ یہ ہے جو ہمیں کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ وہ انقلابی پیٹروگراڈ میں جرمنوں کو بلا لیں گے۔ روسی بورژوا موسیو تھیر کو بھولے نہیں ہیں۔ بورژوا کی جیب پر جیسے ہی حملے کا اندیشہ ہوگا ان کی ساری وطن پرستی ختم ہو جائے گی یہ ہے صورت حال الیگزینڈر واسیلیوچ۔"

شاٹ مین نے پیشانی پر شکن ڈال کر کہا: "ہاں یہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔"

"مہربانی کرکے مرکزی کمیٹی سے یہ کہہ دو کہ اب ماسکو کے ساتھیوں پر بہت کچھ انحصار ہے۔ اس نام نہاد ریاستی کانفرنس کے خلاف سارے ماسکو کے پرولتار کو اکسا دینا ہے۔ حتی کہ عام ہڑتال تک بھی منظم کرنا ہے۔"

"میں یقیناً یہ پیام پہنچا دوں گا۔"

اس دوران میں آگ پر چڑھی ہوئی پتیلی میں ابال آچکا تھا۔ یمیلیانوف نے گرم پانی مگوں میں انڈیلا اور تھوڑی تھوڑی مٹھائی سب کو دی۔ لینن برابر آگ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنا مگ اٹھایا اور پھر فوراً یونہی رکھ دیا۔

انہوں نے کہا: "بہرنوع آزادو" بورژوا اخبارات کی کم ظرفی حیرت انگیز ہے۔ اخبارات ایک اور سنسنی خیز خبر سے بھرے پڑے ہیں: "عارضی حکومت نیکولاس رومانوف کا زارسکوے سیلو سے ٹوبولسک تبادلہ کر رہی ہے: سابق زار کے منتقل کرنے کے متعلق سارے انتظامی فرائض وزیر اعظم کرنسکی نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں...." زار کی ہمراہی میں چار باورچی اور پندرہ پیادے ہیں سابق ولی عہد الیگزی اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ سفر کر رہا ہے یعنی صدر ملاح

ڈیری دیانکو۔ جہاز راں نارگوتی اور اس کا فرانسیسی معلم گلیارڈ۔ زار کی ٹرین میں تین آرام گاڑیاں۔ ایک ناشتہ کا ڈبہ اور ایک فاضل گاڑی ہے۔ اور "آیگینی ڈیماکریٹ اخبار رییش" کتنا مزے لے لے کر اور چٹخارے بھر کر زار کا ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ معزول ہو چکا ہے۔ "وہ سب سے پہلے گاڑی میں سوار ہوا۔ ملکہ اپنی خادمہ خاص نزیا شکینا کے ہمراہ برآمد ہوئیں۔ ... نکولاس رومانوف خاموش اور مغموم تھا۔ لیکن اس کے برعکس اس کے گھر والوں نے سفر میں ذوق وشوق سے دلچسپی لی۔ ..." ہر بات کا مقصد یہ ہے کہ بد مذاق اور خوشامدی لوگ ہمدردی کریں اور آنسو بہائیں۔ ... اور ہاں! خود پروفیسر ملیوکوف نے شاید چھپ کر اپنے آنسو پونچھ کر لاطینی زبان میں کوئی خوشامدی فقرہ کہا ہوگا۔ جیسے "حضور کو یہ سفر مبارک ہو!" سارے اخبارات ایسی ہی بکواس سے بھرے ہیں۔ لیکن جب وہ واقعی اہم واقعات کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں باریک حرفوں میں چھاپتے ہیں سوہارتسک میں جو تازان ضلع میں ہے زمیندار اوبل خودائی مل پر کسانوں نے قبضہ کر لیا۔ واسیل کو و ڈیم کاؤنٹ برنسکی کی مل کا بھی یہی حشر ہوا۔ پیری چنسکی کمیٹی نے حکم دیا ہے کہ ایگزینڈر نیوسکی خانقاہ کی ملکیت میں جو چراگاہیں ہیں وہ کسانوں کو تقسیم کر دی جائیں۔ رو سلاول ضلع میں زمیندار پروزار کیوچ کی ریاست میں کاشتکاروں نے بلا اجازت زمیندار کے کھیتوں کو جوت لیا ہے۔ اور جنگل کا ایک حصہ کاٹ ڈالا ہے اور چراگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ کرسک ضلع میں کسانوں نے زمیندار کے کھیت جوت لئے ہیں اور تقریباً تیس ہزار پوڈ[1]

[1] روسی تول کا ایک پیمانہ جو تقریباً ۳۰ پونڈ کا ہوتا ہے۔ مترجم

پیاں اٹھائے گئے ہیں۔ کہیں اور بھی کسانوں نے کاشت کی زمینیں اور چراگاہیں ضبط کر لی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ سارے ملک میں زرعی انقلاب برپا ہے اور اس کی خبر باریک حرفوں میں درج کی گئی ہے۔ مزدور کچھ مدت کے تذبذب کے بعد بالشویکی نعروں پر اپنے اعتقاد کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کیبل، پوتیلوف میں اور فرانسیسی روسی اور اسلحہ خانوں کے اور دارالضرب کے مزدوروں اور پوتیلوف کے ملاحوں نے "ماڈرن" سرکس میں خانگی ملازموں نے ایک کانفرنس کی۔ "نووی لیسنر میں" اور اسی طرح اور جگہوں کے مزدوروں نے بالشویکی یا تقریباً بالشویکی تجاویز پاس کی ہیں۔ بحیرۂ بالٹک کے جہازرانوں نے بالشویکوں کی ہاں کا مطالبہ کیا ہے۔ لیکن بورژوا اخبارات میں ان کے بارے میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔ وہ بڑے بڑے حرفوں میں مسٹر میلیا کوف کی تقریریں چھاپ رہے ہیں۔" بالشویکی انقلاب نے روس کو ابتدائی ہیجان کی راہ سے ہٹا کر ہوشمندانہ ترقی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ اب بالشوزم کوئی خطرے کی چیز نہیں رہی۔" "کوئی خطرے کی چیز نہیں! اچھی بات ہے، ہم دیکھیں گے۔" لینن نے دفعتاً قہقہہ لگایا۔ "مگر گیوری تمہیں یاد ہے کہ یہ کس اخبار میں چھپا تھا؟" انہوں نے اخباروں کے ڈھیر کو الٹا پلٹا اور ایک اخبار سے مسکراتے ہوئے پڑھا: "کامریڈو مقدس پادری ہم آپ کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اگر آپ نے اور آپ کے ماتحت پادریوں نے کلیسائی آمدنی کی نئی تقسیم کو قبول نہ کیا تو آپ سب رفتہ رفتہ قتل کر دیے جائیں گے۔ شہر اور دیہات کے کلیساؤں کے کلرکوں کی فوجی جماعت۔..." "دیکھا پادریوں میں بھی انقلاب پہنچ گیا ہے۔ البتہ ایک نئی صورت میں۔"

لینن نے اپنا مگ اٹھایا اور گرم پانی چسکی لے کر پینے لگے۔

شاٹ مین نے جو اخبارات اپنے ساتھ لائے تھے انہیں الٹ پلٹ کر ایک نوٹ بک نکالی۔

"دیکھئے، یہ ایک نوٹ بک ہے جو نذر زوا کونشا نئی نووزنا نے آپ کو بھیجی ہے"

لینن ایک لمحہ بھر حیرت زدہ ہو کر دم بخود ہو گئے، پھر انہوں نے آہستہ سے مگ زمین پر رکھا اور نوٹ بک لے لی۔ ہاں یہ نیلی نوٹ بک تھی، بالکل وہی، انہوں نے نوٹ بک ہاتھ میں لے کر جلدی جلدی اس کے ورق الٹے اور پھر بند کر کے اپنے پہلو میں رکھ دی لیکن ذرا ہی دیر بعد اسے پھر اٹھایا اور پڑھا اور بند کر دیا، احتیاط کے ساتھ اس پر ہاتھ پھیرا اور پھر پڑھنے لگے۔ ایک دھندلی سی یاد ان کے ذہن میں آئی کہ ایک اور نوٹ بک بھی انہوں نے اسی طرح کھولی اور بند کی تھی اور اتنی ہی مسرت محسوس کی تھی جیسے اپنے آس پاس کے لوگوں سے چھپانے کی کوشش کی تھی۔ یہ بیس سال پہلے کی بات ہے۔ لیکن وہ کتاب پیلی تھی، نیلی نہیں تھی۔ ایک پمفلٹ "عوام کے دوست کیا ہیں اور وہ سوشل ڈیموکریٹس سے [illegible] طرح لڑتے ہیں [illegible] مشین پر لی ہوئی نقل تھی۔ یہ ان کا پہلا بڑا مطبوعہ مضمون تھا۔

لینن کو اخبارات سے بھی دلچسپی نہیں رہی۔ شام کے اخبارات جو شاٹ مین لایا تھا انہیں دیکھا تک نہیں۔ نوٹ بک کو بار بار اٹھاتے اور اس کے ورق الٹتے رہے اور خوشی کی آوازیں نکالتے رہے۔ ذرا ذرا دیر بعد وہ کنکھیوں سے زینوویف اور شاٹ مین کو دیکھ لیتے تھے جو پیٹرز گراڈ کے حالات پر آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

شاٹ مین نے ہنس کر کہا:

"کل پیٹرز گراڈ کمیٹی میں لیبی ورڈ نے کہا تھا: تم دیکھو گے کہ ستمبر میں لینن وزیر اعظم ہوں گے۔"

لینن نے نوٹ بک کی ورق گردانی کرتے ہوئے اور گرم پانی ذرا ذرا سا کر کے پیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا:

"اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔"

شاٹ مین ذرا گھبراہٹ سے مسکرایا۔ لینن نے اسے گھور کر دیکھا اور اپنا مگ زمین پر رکھ کر کہا:

"بے شک تم دیکھ سکتے ہو کہ ہم پوری قوت کے ساتھ دوسرے انقلاب کی طرف بڑھ رہے ہیں جو مزدور طبقے اور دیہی علاقوں کے نیم پرولتاری طبقہ کی نئی ریاست قائم کریگا۔"

اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر وہ نوٹ بک میں مصروف ہو گئے۔

یمیلیانوف نے چپکے سے چند سوکھی شاخیں آگ میں ڈال دیں تا کہ لینن روشنی میں آسانی سے پڑھ سکیں۔

(۱۵)

مارکس اور اینگلز کے اقتباسات لینن نے کئے تھے۔ ان کے پڑھنے سے انہیں ایک روحانی مسرت کا احساس ہوا جو شاید اسی طرح کا تھا جیسا کہ انہوں

نے ۳ اپریل کو فنلینڈ کے اسٹیشن پر محسوس کیا تھا۔ جب انہوں نے باہر کے چوک میں پیٹروگراڈ کے پرولتار کو بندوقیں اور سرخ جھنڈیاں لئے دیکھا تھا۔ وہ بالکل بھول گئے کہ وہ کہاں ہیں۔ اپنے پاس بیٹھے ہوئے ساتھیوں کا بھی خیال نہیں رہا اور نہ اپنی روپوشی کا۔ انہوں نے اپنے کو پھر ایک مسلح گاڑی پر کھڑا ہوا خیال کیا جہاں لاکھوں نگاہیں ۔۔۔ کی طرف لگی ہوئی ہیں مگر فتح مندی اور امیدوں کی نہیں بلکہ اس سوال کے ساتھ۔ "اب تم ہم سے کیا کہتے ہو؟ اب ہمارے لئے کیا کر سکتے ہو؟ کیا تم ہماری غریبی اور جہالت دور کرو گے؟ اب ہم کہاں جائیں؟ اگر جانتے ہو تو ہمیں بتاؤ۔"

گیسل شانٹ کے عجائب خانے کی لائبریری اور علاوہ سیلر گرمن زوچ کے دارالمطالعہ میں جب انہوں نے مارکس اور انگلز کی کتابوں سے ریاست کے مسئلہ برائے پرولتار کی آمریت کے بارے میں اقتباسات نقل کئے تھے تو ان کی اہمیت کا انہیں پورا اندازہ تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ ان کے متعلق مضمون لکھیں گے اور ان کی تشریح کریں گے اور متوسط طبقہ کے سوشلسٹوں نے ان پر جو تہیں ڈال دی ہیں انہیں دور کریں گے اور سیورنگ سوتسیل ڈیماکریٹائے کے چوتھے شمارے میں شائع کریں گے جس کا منصوبہ وہ ۱۹۱۵ء سے بنا رہے تھے مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ناکام رہے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں یہ ایک چھوٹے سے سوئزرلینڈ کے شہر کی لائبریری کی خاموشی میں پیدا ہوئے خیالات تھے۔ براہ راست تو صرف چند سو آدمیوں کو سنائے گئے تھے جن میں سے بیشتر کو وہ ذاتی طور پر یا پارٹی کے رشتے ہوئے عرف ہو جاتے تھے۔ یہ خاص کر روس کے روپوش مزدوروں ستر دخانس اور بزبان علاقوں کے جلاوطنوں اور پیرس، برلن، جنیوا، نیویارک، لندن، ویانا کے تارکان وطن کے

لئے تھے۔ دراصل اس تصنیف کا خیال بوخارن اور بعض دیگر روسی مارکسسٹوں کے غلط خیالات کے جواب کے طور پر کیا گیا تھا اور کاٹسکی اور بعض دیگر موٹے تازے جرمن سوشل ڈیماکریٹوں کے متوسط طبقہ کے جھوٹے مذہب کی تردید کے طور پر۔ اب یہ سب منصوبے حقیر اور مضحکہ خیز معلوم ہوتے تھے۔ جیسے اپریل ۱۹۱۷ء میں ایک گاڑی حاصل کرنے کی فکر یا مزدوروں کے ایک ہجوم کی ٹوپیوں میں غیر ملکی باؤلر ہیٹ کا خیال۔ اب یہ انتخابات اور ان کے جو نتائج انہوں نے اخذ کئے تھے کروڑوں آدمیوں کے لئے روٹی، نمک، دیا سلائی اور کپڑے سے کم اہم نہ تھے۔

اسی خیال کی سطح کی اس تبدیلی نے لینن کو اس قدر مضطرب کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسے آدمی کا احساس تھا جس نے پہلا پہیہ بنایا ہو اور اس کی زندگی ہی میں تجربہ نے یہ سمجھایا ہو کہ اس کی انتہا کیا ہوگی اور اس کی ابتدائی نامکمل تخلیق کس درجے تک ترقی کرے گی۔

قدرتاً جب لینن نے کنکھیوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھا تو ان پر کچھ نظروں کو مرکوز کر دیا اور ان کے چہرے پر غور و خوض اور عمل کے آثار پیدا ہو گئے۔ کیا انہوں نے اس "لمحۂ سرخوشی" کو دیکھا تو نہیں جو ایک باعمل انقلابی کے لئے اتنا نا سزاوار تھا؟ مگر یہ لوگ پہلے ہی کی طرح آگ کے پاس بیٹھے تھے اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ ان کے نزدیک کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہیں۔ لیکن احتیاط کے طور پر لینن نے نقشاً ان سے چند معمولی قسم کے الفاظ کہے:

"یہ کار آمد نوٹ بک ہے۔ بہت کار آمد۔"

انہیں خاموشی سی زبان بند نہ تھی بلکہ اس کے استعمال سے ڈرتے تھے اور

ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔

بہرنوع انہیں بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ مارکس اور اینگلز ان کے گہرے دوست بلکہ رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے تصور کیا کہ یہ دونوں بڑے بوڑھے ان کے پاس بیٹھے ہیں اور ان سے دانشمندی اور کریم النفسی کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں، اتھاہ گہرائی اور رستمانہ شجاعت کے الفاظ بول رہے ہیں جس سے ان کے دل میں گرمجوشی اور ہیجان انگیز جوانی کی مسرت بھر آئی ہے۔

انہوں نے ساتھیوں سے کہا: "اوہ! تم کتنے ہوشیار ہو۔ کس طرح ہم اور تم دنیا کے غلام رکھنے والوں اور بد مذاق لوگوں کو دکھائیں گے! ہم اور تم اپنے اس بدنصیب کرہ میں کتنا ہیجان برپا کر رہے ہیں! ہم ان کے رخساروں کو گلوری ڈی ژون کے گلاب جیسا بنا دیں گے۔"

لینن کے تصور میں یہ دو بڑے بوڑھے اس شکل میں نہیں ظاہر ہوئے جیسے گردہ تصویروں میں دکھائے جاتے ہیں بلکہ ڈورے کی تصویروں والے بڑی ڈاڑھی کے دیو کی طرح جو ہمدرد اور صاحب بصیرت ہیں اور درمیانی طبقہ کے بالشتیوں پر کروہ بھی ڈاڑھی والے ہیں اور بالکل ذرا ذرا سے ہیں۔ ہنگامہ خیز قہقہہ لگاتے ہیں۔ یہ بالشتئے ایک اونچے پلیٹ فارم پر ہجوم کئے ہوئے ہیں اور ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ کہ ان دیووں کو انسانوں کے ہجوم نہ دیکھ سکیں۔

دوسرے دن کی صبح کا انتظار کئے بغیر لینن نے اپنا پمفلٹ تیار کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے اس کا نام قصداً پمفلٹ ہی رکھا اس لئے کہ وہ اس میں شاندار

لفاظی اور مبالغہ آمیزی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لکھتے وقت انہیں ایک مبہم لیکن ملموس احساس بلکہ تقریباً جسمانی تاثر ہوا کہ گویا وہ اپنے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلی سے درمیانی طبقہ کے بالشتیوں کو مجمع میں سے ایک ایک پکڑ کر جھاڑی میں پھینک رہے ہیں۔

(۱۶)

لینن اگلے چند دن اپنا پمفلٹ لکھنے میں مصروف رہے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں پر تقریباً کوئی توجہ نہیں کی اور معمول سے کم کھانے لگے جس سے ییلیانوف اور اس کی بیوی کو بڑی تشویش ہوئی، اور روزانہ صبح کو انہیں جو اخبار کی بے تابی رہتی تھی وہ بھی نہیں رہی۔

جب انہوں نے اپنی تصنیف کا خاکہ تیار کر لیا تو اس کے مضامین کی فہرست زینوویف کو سنائی۔ دونوں جھونپڑے کے پاس بیٹھ گئے۔ ییلیانوف کسی کام سے دوسرے کنارے کی طرف چلا گیا اور کولیا شاید کہیں جنگل میں کھانے کے لئے مشروم (سماروغ) چن رہا تھا۔

اپنے حسب معمول انداز سے چہل قدمی کرتے ہوئے لینن نے کہا: "یہ ایک کارآمد چیز ہوگی حصول اقتدار کے بعد پہلے دور کے کاموں کا واضح پروگرام بلکہ شاید پہلے دور کے بعد کا بھی۔ اس میں ایک پرولتاری ریاست کا جو کمیون طرز کی ہو زندگی کا انداز بلکہ اگر تم پسند کرو تو زندگی کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ لیکن اسی

کے ساتھ یہ بالکل خیالی منصوبہ نہیں ہے اس لئے کہ جو انسانی سواد ہمارے سامنے ہے اس سے ایک سوشلسٹ سوسائٹی کی تعمیر کی پیچیدگیوں اور مشکلات کا ہمیں خاصا واضح تصور ہے...... یہ پرولتاری آمریت کی ریاست ہوگی جس کے دو رخ ہوں گے۔ قوم کی زبردست اکثریت کے لئے جمہوریت اور لوگوں پر ظلم کرنے والوں کی بے رحمی کے ساتھ بیخ کنی اور انہیں کے ساتھ سرمایہ داری کے غیر ارادی ایجنٹوں سرکش مداحوں کو کچلنا جیسے اوباش، خوش پوش شرفاء، چور، بدمعاش، اکثر رجعت پسند یہ ایسی ریاست ہوگی جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اور اس کا نصب العین یہ ہوگا کہ خود مفقود ہو جائے۔ جب لوگ معیشت کے بنیادی اصول پر عمل کرنے کے عادی ہو جائیں گے اور جب اتنی پیداوار کرنے لگیں گے کہ یہ اپنی مرضی سے اپنی استعداد کے مطابق کام کرنے لگیں اس وقت یہ ریاست مرجھا کر ختم ہو جائے گی۔ یہ ایسی ریاست ہوگی جس میں بڑی تنخواہ پانے والے افسروں کی جگہ نہ ہوگی۔ اور سارے افسر منتخب شدہ ہوں گے جو کسی وقت علیحدہ کئے جا سکیں گے۔ اس میں حساب کی جانچ پڑتال اور انتظام کا کام لوگوں کی اکثریت کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور چونکہ مسلح مزدور جذباتی تعلیم یافتہ نہیں ہیں اس لئے یہ گوارا نہ کریں گے کہ ان کی نیک نیتی سے فائدہ اٹھایا جائے اس لئے حساب کی عام جانچ پڑتال اور نگرانی کو ٹالنے کے معاملات شاذونادر ہی ہوں گے اور انسانی معیشت کے اصول کی پابندی ایک عادت بن جائے گی۔ یہ پمفلٹ سیاسی جہالت کی دو برابر کی خطرناک صورتوں کے خلاف اعلان جنگ کرے گا۔ بے لگام مزاجی و برہمی یعنی حقائق پر نظر کرنے کی نااہلیت یا بیزاری اور بزدلانہ ابن الوقتی کی تنگ نظری یعنی مستقبل کے مقصد اور مناسب

کو سامنے نظر رکھنے کی نااہلیت یا بیزاری۔ بے شک انگلز نے ٹھیک کہا۔ ریاست ایک ایسی برائی ہے جو پرولتاریہ فتح حاصل کرنے کے ترکہ میں پاتی ہے۔ فتحمند پرولتاریہ اس کی کی بدترین صورتوں کو تو نکال باہر کرے گی مگر اس وقت تک اسے محفوظ رکھے گی جب تک کہ ایک نئی نسل نہ پیدا ہو جو آزاد و سوشل حالات میں بڑھ کر اس قابل ہو جائے کہ ریاست کی اس تمام عفونت کو دور پھینک دے۔ اس کے ماسوا میرے پمفلٹ میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ اس قدیم تصور سے چپٹے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ فرانسیسیوں کا کام شروع کرنا ہے اور جرمنوں کا کام نتائج کو استوار کرنا...... روس ہی اس کا آغاز کرے گا۔ یہ سچائی نہیں بلکہ تاریخی ضرورت ہے۔ میرے پمفلٹ کا نام ہوگا "ریاست اور انقلاب"۔

زینو ویف کبھی سردی اور کبھی گرمی کا احساس کرتا ہوا باتیں سنتا رہا۔ وہ ٹھٹھی مارے بیٹھا تھا۔ اس کا سر جھکا تھا اور اس کے ہاتھ الجھی ہوئی زلفوں سے شغل کر رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ لینن نے حقیقت کے احساس کو کس طرح کھو دیا۔ وہ سنجیدگی سے اور بالکل ہی سنجیدگی سے قریب مستقبل میں اقتدار پر قبضہ حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ اس حد تک کہ اقتدار پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد وہ روس میں کس قسم کی حکومت قائم کریں گے۔ یہ بات واقعی پارٹی کے وجود کے لئے اور خود انقلاب کے انجام کے لئے خطرناک ہوتی جارہی ہے۔ لیکن فرض کیجئے کہ لینن کی بات ٹھیک ہو اور اقتدار پر قبضہ حاصل کیا جا سکے اور کرنسکی کی حکومت مزاحمت نہ کرے تو بھی پارٹی کے لئے کامیابی ناکامی سے بھی زیادہ تباہ کن ہوگی۔ اقتدار حاصل کرنے پر یہ کیا کریں گے؟ موجودہ

حکومت کی مخالفت ایک عادت بن گئی ہے۔ لیکن خود ہی صاحب اقتدار ہونا، اجتماعی جلسے منعقد نہ کرنا بلکہ احکام جاری کرنا، اعتراض نہ کرنا بلکہ حکم دینا! اس زمانہ میں کون ان کا حکم مانے گا! فوج بددل ہو کر روس کو جرمنوں یا اتحادیوں کے حوالے کر دے گی۔ کسان غلہ نہ دیں گے۔ کارخانوں کو خام مال نہ ملے گا۔ بھوکوں کا پیٹ وہ کیسے بھریں گے! مزدوروں کو اس کا تصور کہاں ہے کہ معاشیات، منڈی، غیر ملکی تبادلہ وغیرہ کیا چیزیں ہیں۔ لیکن بہر حال لینن کو یہ سب باتیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ اتنا زبردست خواب وہ کیسے دیکھ سکتے ہیں اور کس طرح وہ سنجیدگی کے ساتھ اقتدار پر جلد قبضہ پانے کے امکان کی بات کر سکتے ہیں۔

زینوویف کو محسوس ہوا کہ لینن سے صاف بات کہنے کا یہی وقت ہے انہیں ایسا جلد بازی کا قدم اٹھانے سے روکا جائے جس کے نتائج بہت ہی سنگین ہوں گے۔ یہ باتیں جتنی بھی سنجیدگی اور سکون سے ممکن ہو کہنی ہوں گی۔ تاکہ خود اس کا اضطراب اور خوف اچانک ظاہر نہ ہو جائے۔

وہ کھڑا ہو گیا اور مسکرا کر کہا:

"کیا آپ واقعی سنجیدگی سے متفق ہیں کہ بہت جلد وزیر اعظم ہو جائیں گے؟"

لینن نے حیرت زدہ ہو کر کہا: "وزیر اعظم؟" اور پھر بات یاد کر کے قہقہہ لگایا: "ہاں، بے شک، میں اس سے متفق ہوں۔" "مجھے پورا یقین ہے؟"

"اچھا، اچھا! مجھے اندیشہ ہے کہ مستقبل کی پرولتاری ریاست کے متعلق جو کتاب آپ لکھ رہے ہیں اس میں اتنے محو ہو گئے ہیں کہ آپ کو اس کی خبر نہیں کہ روس کی ریاست میں کیا ہو رہا ہے؟"

لینن کی آنکھیں نرم ہو گئیں۔ "کیا واقعی تمہارا یہ خیال ہے؟"

"میں یہ کہنا نہیں چاہتا تھا......"

"کیوں نہیں؟ ضرور کہو...... میں دیکھ رہا ہوں کہ تم آج کل کچھ گم صم سے ہو۔"

"آپ خود ہی اپنے پمفلٹ میں اس قدر مشغول تھے کہ مجھ سے بالکل بولتے ہی نہ تھے۔ آپ اسی وقت گرماتے تھے جب کوئی شخص پیٹرو گراڈ سے آتا تھا۔ اس سنسان جزیرے میں آپ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ رابن سن کروسو بھی کبھی کبھی مین فرائیڈے سے اکتا جاتا تھا۔"

"لیکن...... لیکن تم تو مجھ سے کوئی اہم بات کہنے والے تھے؟"

"میرے خیال میں آپ اور مرکزی کمیٹی آپ کی تقلید میں بہت سی غلط چالیں چل رہے ہیں۔ آپ نعروں کے چکر میں پڑ گئے ہیں؟"

"میں نعروں کے چکر میں نہیں ہوں، میں انقلاب کے ہر موڑ پر عوام الناس سے صحیح صحیح بات کہتا ہوں خواہ وہ کتنی ہی تلخ ہو۔ اور مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تم لوگوں سے صحیح بات کہنے سے ڈرتے ہو۔ آپ پرولتاری سیاست کو بورژوا طریقوں سے چلانا چاہتے ہیں۔ ایسے لیڈروں کے انداز سے جو "اپنے حلقہ میں" حقیقت سے آگاہ ہیں مگر عوام الناس سے صحیح بات نہیں کہتے اس لئے کہ جیسا یہ کہتے ہیں عوام الناس جاہل اور دیر فہم ہیں اور پرولتار کے لیڈر نہیں ہیں۔ یہی بات کہو اگر شکست ہو تو اسے فتح نہ کہو۔ اگر سمجھوتہ کرو تو عوام الناس سے کہہ دو کہ یہ سمجھوتہ ہے۔ اگر تمہیں دشمن پر آسانی سے فتح حاصل ہو جائے تو یہ نہ کہو کہ

مشکل سے حاصل ہوئی اور اگر مشکل ہوئی ہو تو یہ فخریہ نہ کہو کہ آسانی سے حاصل ہو گئی۔ اگر تم غلطی کرو تو اپنے وقار کے خیال سے ڈرے بغیر غلطی کا اقبال کرو۔ اس لئے کہ وقار کو جو چیز نقصان پہنچاتی ہے وہ یہ ہے کہ غلطی پر خاموشی اختیار کی جائے۔ اگر حالات کا تقاضہ یہ ہو کہ طریق کار میں تبدیلی کی جائے تو اس طرح حالات نہ بیان کرو کہ جس سے معلوم ہو کہ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اگر تمہیں مزدوروں کے طبقاتی احساس اور انقلابی سوجھ بوجھ پر اعتماد ہے تو ان سے سچی سچی بات کہو اور ایک مارکسسٹ کے لئے اس اعتماد کا فقدان شرمناک اور تباہ کن ہے۔ مزید براں دشمن کو بھی فریب دینا بہت زیادہ الجھن کی بات ہے اور دو دھاری تلوار ہے جو بہت ہی خاص حالات یا براہ راست فوجی چالوں میں جائز ہے اس لئے کہ ہمارے دشمن ایسے نہیں ہیں کہ ان کے سامنے آہنی دیوار کھینچ کر ان کے دوستوں سے الگ کر دیا جائے۔ ان کا گول بڑا ہی تنگ اثر ہے اور لوگوں کو حق جاننے میں الجھن جو ملکہ ہے اس سے یہ کوشش کریں گے اور کامیاب بھی ہوں گے کہ ہماری ہوشیار سے ہوشیار ترکیبوں کو اس طرح پیش کریں کہ یہ عوام الناس کو فریب دینے والی ہیں۔ "دشمن کو دھوکہ دینے" کی خاطر عوام الناس سے خلوص نہ برتنا احمقانہ اور غیر مدبرانہ پالیسی ہے۔ پرولتاریہ کو ضرورت سچی بات کی ہے اور اس کے مفاد کے لئے خوش آئند اور درمیانی طبقہ کے جھوٹ سے زیادہ کوئی چیز مضرت رساں نہیں ہے۔"

زنوویف تنگ آکر ہنس دیا۔

اس نے کہا: "سچ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک آدمی کو اتنا آگے نہ جانا چاہئے کہ بالکل

بھولا بن جائے۔ مجھے یاد ہے کہ پچھلے اپریل کے مہینے میں اپنی واپسی کے جلد ہی بعد آپ نے اپنی توریڈا محل کی تقریر میں کہا تھا کہ ابھی آپ کے سامنے پوری تصویر نہیں آئی ہے اس لئے کہ آپ ابھی صرف ایک مزدور سے بات کر سکے ہیں۔ اس بیان پر منشویکوں نے ہومر کی طرح کا قہقہہ لگایا اور ہمارے ساتھی پریشان ہو گئے۔۔۔۔"

بہت خوب۔ میں نے جان بوجھ کر یہ کہا تھا۔ میں نے اس لئے یہ کہا تھا کہ یہ حقیقت تھی۔ اور پھر دوسرے موقع پر جب میں نے یہ کہا کہ میں پوٹیلوف، ٹروبوسنی اور دیگر کارخانوں کے بہت سے مزدوروں سے مل چکا ہوں اور ان کی کیفیت مزاج سے بخوبی واقف ہوں تو ہر ایک نے میری بات کا یقین کیا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میری پارٹی پر وہ وقت کبھی نہ آئے جب وہ اپنی پالیسی خفیہ طور پر چلائے۔ بس اوپر ہی اوپر چند گرگے ہیں اور یہ دعویٰ کریں کہ ہم زیادہ ہوشمند ہیں، ہم کو ساری حقیقت معلوم ہے لیکن عوام الناس سے صرف آدھی یا چوتھائی یا آٹھواں حصہ حقیقت کا کہیں۔

"یہ تو بہت خوب ہے لیکن آجکل اختلافات اور بگڑے ہوئے حالات میں آپ کو اصرار ہے کہ لوگوں کو مسلح بغاوت اور اقتدار پر قبضہ کرنے پر ابھارا جائے اور ملک میں واقعتاً جس نظر سے توجیہہ متعینات ہیں اسے بالکل نظرانداز کر دیا جائے۔ یہ تو بالکل شیخ چلی کا خواب ہے۔"

"اور ہو تمہارا خیال کدھر ہے۔ تم ذمہ داری کا فیصلہ کرنے سے ڈرتے ہو۔"

"میں غیر ذمہ دارانہ عمل سے ڈرتا ہوں۔"

تم اس مقصد سے ڈرتے ہو جس کے لئے ہم ساری عمر کام کرتے رہے ہیں جس کے بارے میں لکھتے رہے ہیں اور جس کا خواب دیکھتے رہے ہیں۔ یعنی پرولتاری انقلاب!"

"میں نامناسب حالات میں مسلح بغاوت کے خلاف ہوں۔ ایسے انقلاب کے جس کی ناکامی یقینی ہو۔ اس سے ہم سب کچھ کھو سکتے ہیں!"

"ہم سب کچھ نہیں کھو سکتے۔ افراد ممکن ہے کہ سب کچھ کھو دیں: املاک، ذخیرہ دولت۔ گروپ کلب یا لیڈر سب کھو سکتے ہیں۔ پرولتار سب نہیں کھو سکتے۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک کتاب میں کہا گیا ہے کہ پرولتاری طبقہ جو کچھ کھو سکتا ہے وہ محض اپنی غلامی کی زنجیریں ہوں گی۔ اور انقلاب کے لئے خطرات خالی بالکل معیاری حالات تو کبھی پیدا نہ ہوں گے۔ تمہارے کہنے پر مجھے ایک ایسی بات یاد آ گئی جو بظاہر تو بہت سادہ سی ہے لیکن در اصل بہت ہی نازک ہے۔ یہ بوڑھے نیسی قس کی بات ہے جو اس نے ایک روسی سازشی کے بارے میں کہی تھی۔ شاید اس کا نام پیسان تھا۔ بات یہ تھی کہ "وہ ہمیشہ بُرے نتائج سے بچنے کی خواہش میں رکا رہا اور یہی چیز اہم مہم کے لئے رکاوٹ بنی رہتی ہے۔ گریگوری مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا بھی یہی حال ہے۔ ہوں، ہوں ڈرپوک، وہمی لیکن بُرے نتائج سے حفاظت کی ذمہ داری کے ساتھ کسی اہم مہم کو انجام دینا ممکن ہی نہیں ہے!"

"اگر میں نے سمجھنے میں غلطی نہیں کی ہے تو آپ مجھ پر بزدلی کا الزام لگا رہے ہیں۔ میرے خیال میں آپ اچھی طرح جانتے ہیں...."

یہ انفرادی بزدلی کی بات نہیں ہے...."

"ذرا غور تو کیجیے کہ فوج میں کیا ہو رہا ہے۔ جاہل سپاہی جلسے کر کے لیننی بیج لگانے والوں کے خلاف ووٹ دے رہے ہیں۔"

"ٹھیک ٹھیک۔ یہ 'لیننی بیج لگانے والوں' کے خلاف ووٹ دے رہے ہیں اور اسی کے ساتھ وہ امن کا اور زمین کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہی دونوں چیزیں 'لیننی بیج لگانے والے' بھی مانگ رہے ہیں۔ بالکل سادگی کی بات ہے۔ ہم عوام الناس کے بنیادی مفاد کی ترجمانی کرتے ہیں اور ملیوکوف اور کیرنسکی اس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے!"

"بہت سی پارٹیوں نے عوام الناس کے بنیادی مفاد کا اظہار کیا مگر پھر بھی انہیں شکست ہوئی۔ آپ سیاست کی نہیں بلکہ فلسفے کی باتیں کر رہے ہیں!"

لینن کی آنکھیں مشتعل ہو گئیں مگر انہوں نے ضبط کیا اور سنجیدگی سے بلکہ شروع میں مزاحیہ انداز سے جواب دیا۔

"بہت دن ہوئے افلاطون نے کہا تھا کہ جب تک فلسفی ریاست کے حکمراں نہ ہوں گے یا جب تک حکمراں فلسفی نہ بن جائیں گے اور حکومت کا اقتدار اور فلسفہ ایک دوسرے سے مل نہ جائیں گے اس وقت برائی نہ ریاست سے ختم ہوگی اور نہ عموماً نسل انسانی سے۔ جب ہم اقتدار اپنے ہاتھ میں لیں گے اور یہ جلد ہی ہوگا اس وقت بے بسی سے شانے ہلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا گریگوری۔ جب ہم اقتدار اپنے ہاتھ میں لیں گے تو ہماری قوت مارکسی فلسفے پر مبنی ہوگی۔ اور اگر ہم اس پر قائم رہے محض زبانی نہیں بلکہ عمل سے اور عوام الناس کو ان کے تخلیقی

جذبے اور معقولیت کے ساتھ تعمیر کی طرف متوجہ کر لیا تو اس وقت ہم بلا کسی سنگین غلطی کے ایک نئے سماج کی تعمیر کر لیں گے۔"

"مگر مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا عوام الناس سے ربط کم ہوتا جا رہا ہے اور آپ بہت آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ آپ بہت زیادہ بے صبر ہیں اور آپ کا دامن پکڑ کر پیچھے کھینچنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہمیں تدبیر سے کام لینا چاہیے اور انتظار کرنا چاہیے۔"

لینن نے جو ابتک ادھر اُدھر چہل قدمی کر رہے تھے، زینوویف کے ان الفاظ پر ایک دم سے رک کر اس کی طرف منہ کر لیا:

"انتظار! اور ہم روسی مارکسیوں سے بہتر کون جانتا ہے کہ انتظار کیسے کرنا چاہیے؟ کیا ہم نے کافی مدت تک انتظار نہیں کر لیا؟ کیا اس میں کوئی شک بھی ہے کہ سائنٹیفک سوشلزم کو اچھی طرح سمجھ لینے، مصیبتیں جھیل کر شعور حاصل کر لینے، مزدور طبقہ پر اعتقاد پختہ کر لینے اور اس کی بالآخر فتح کا یقین حاصل کرنے کے بعد ہم نے یہ بھی سیکھا کہ اس طرح انتظار کریں جیسا کسی اور نے کبھی نہ کیا ہو؟ کیا ہم نے اپنے دلوں پر نفرت اور مایوسی کے حملوں کو نہیں روکا اور فوری کارروائی اور دہشت انگیزی کے قدرتی جذبے کو جو دشمن کی گندی ناانصافی نے ابھارا تھا؟ اور کیا ہم نے اس لئے اسے نہیں دبایا کہ ہم نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ جب تک ہم قوت حاصل کریں، اپنے عقائد کو پھیلائیں اور اپنے یقین کو پختہ کر لیں اس وقت تک یہ جاننا بہت ہی اہم ہے کہ کیسے انتظار کیا جائے؟ حتیٰ کہ اپریل کے مقابلے میں بھی جیسے ہمارے کارکنوں نے انتہائی باغیانہ اور انتہائی مزاحمت اور بلا کی طریق کا

کا خیال کیا تھا۔ کیا میں نے یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ ہمارا اصل کام مقاصد کی تشریح ہے گویا ایک بار پھر اپنے کام کا طریق کار جاری رکھیں؟ میں نے نہیں کہا کہ انتظار کرو؟ تمہیں یاد ہو گا کہ کامینیف نے کس طرح "بائیں بازو" کی سیاست سے اس وقت مجھ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ "تشریح" سیاسی کارروائی نہیں ہے۔ اس کے خیال میں سیاسی کارروائی کے یہ معنی ہیں کہ سیاسی جماعتیں بنائی جائیں اور دوسری پارٹیوں سے مل کر سازشیں کی جائیں، جماعتوں کے اتحاد میں شامل ہوا جائے اور علیحدہ ہوا جائے اور پارلیمنٹ میں لچھے دار تقریریں کی جائیں۔ اور کیا میں نے جولائی کے واقعات کے دوران میں اور اس کے بعد لڑائی کو فوراً بند کرنے اور اسے پر امن مظاہروں میں منتقل کرنے پر اصرار نہیں کیا؟ گو میں نے اس وقت عوام الناس کی انقلابی کیفیت مزاج کے اندازے میں تخفیف سے کام لیا تھا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ انتظار کیسے کرنا چاہیے؟ لیکن بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں جب اُن میں انتظار کرنا جرم ہے۔ یہ وقت بہت جلد آسکتا ہے اور یقیناً آئے گا۔ اور اُس وقت اگر ہم فوری کارروائی سے گریز کریں گے تو ہم اپنے کو درمیانی طبقہ کا معمولی سوشلسٹ، بکواس کرنے والا اور لفاظ ثابت کریں گے اور مزدور طبقہ کا اعتماد ہم پر سے اٹھ جائے گا۔ اگر ہم اُس وقت انتظار کریں اور بقول ناشی کے صبر کو جہنم رسید نہ کر لیں تو ہم بزدل اور ناکارہ ہوں گے اور تاریخ اس کے لئے ہمیں کبھی معاف نہ کرے گی۔"

اس الیہ ہیجان سے تھرا کر جو لینن کی زبان پر نامانوس معلوم ہوتا تھا۔ زینوویف دم بخود ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے دل شکستہ ہو کر کہا:

"لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر روس کے موجودہ حالات میں اقتدار پر قابو حاصل کرنے کے کیا معنی ہیں؟"

لینن نے دفعتہً سنجیدہ ہو کر اور زینوویف کو گھور کر پوچھا: "کیا میں سمجھتا ہوں؟ میں اسے خوب سمجھتا ہوں بلکہ دن رات یہی سوچتا رہا ہوں یہاں تک کہ میرا سر چکرا جاتا ہے۔ تم نے روس کے موجودہ حالات کا ذکر کیا ہے۔ مستقبل کا روس تعمیر کرنے کے لئے ہمیں موجودہ روس ہی میں انقلاب برپا کرنا ہے۔ اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ بیشک یہاں جہالت ہے۔ بیشک یہاں پسماندگی ہے۔ بیشک یہاں بہیمیت ہے۔ مجھے پروا نہیں۔ جب ہم اقتدار حاصل کر لیں گے تو ہم دوگنی، دس گنی، سو گنی تیز رفتار سے روسی زندگی کی ان گھناؤنی صورتوں کو ختم کر دیں گے۔ بیشک ہمارے مزدور مغرب کے مزدوروں کے مقابلے میں کلچر اور تعلیم میں بہت کم مایہ ہیں ... اس سے ہماری مشکلات بہت بڑھ جاتی ہیں لیکن اس کا ایک مثبت پہلو بھی ہے۔ روس کے مزدوروں میں اس اعلیٰ درجے کے منظم روح کو بگاڑنے والے روز مرّہ کے بورژوا پروپیگنڈے کا زہر سرایت نہیں کیا ہے جو آئے دن مغرب میں ہوتا رہتا ہے یعنی نجی ملکیت، نفع خوری کے جنون اور خوشحال درمیانی طبقہ کی تن آسانی کی ثنا و صفت کا پروپیگنڈا ہمارے مزدوروں کے دلوں میں ان لوگوں سے شدید نفرت کی آگ بھڑک رہی ہے جو ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور یہ نفرت یقیناً ساری ہوشمندی کی ابتدا ہے اور ہر طرح کی انقلابی کارروائی کی بنیاد ہے۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد لینن نے پھر روکھائی سے کہا: "اتفاق سے ہماری ایک پارٹی ہے اور ہماری ایک

مرکزی کمیٹی ہے اور یہ موقع محل پر فیصلے کرے گی۔"

زینوویف نے تکلف کے ساتھ کہا: "یہ الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ محض الفاظ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرکزی کمیٹی میں آپ کی رائے کا فیصلہ کن اثر ہے۔"

"ہاں مجھے اس پر فخر ہے کہ میں ساتھیوں کو اپنے نقطۂ خیال پر مائل کر سکتا ہوں۔ لیڈر تو وہی ہے جو کامل آزادیٔ رائے کے حالات میں دوسروں کو اپنا ہم خیال بنا سکے۔ لیکن جب ایک فیصلہ ہو جائے تو اس کے بعد آزادیٔ رائے کی مطلق گنجائش نہیں رہتی۔ تمہیں یاد ہو گا کہ کئی سو برس ہوئے ایک رومن کمانڈر نے خود اپنے لڑکے کو اس لئے سزائے موت دے دی تھی کہ اس نے میدانِ جنگ میں ایک حکم کی خلاف ورزی کی تھی۔ رومن جمہوریت جانتی تھی کہ ڈسپلن کیا چیز ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک لاطینی آبادی سلطنتِ روما بن گئی۔"

زینوویف کچھ دیر اور باتیں کرتا رہا اور مارکس، اینگلز اور دوسروں کے اقوال نقل کرتا رہا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لینن کو اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں رہی اور وہ خاموش رہے۔

اس دوران میں ایک غبار آلود برساتی شام آ گئی۔ ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی اور جھیل کی طرف سے سرد ہوا چلنے لگی۔ خاموشی تکلیف دہ ہونے لگی۔ زینوویف کو بارش کی بوندیں گرتی ہوئی ایسی معلوم ہوئیں جیسے کسی غبار آلود گھڑی کی کھٹ کھٹ ہو جو اس دردآمیز خاموشی کے لمحے گن رہی ہو۔ اس نے زمین کی طرف دیکھا اور انتظار کرنے لگا۔ لینن کھلے ہوئے راستہ پر ادھر سے اُدھر گئے اور واپس آئے۔ جھونپڑے کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے جنگل

کی طرف چلے گئے۔ زینوویف کو ایسا محسوس ہوا کہ اب جا کر وہ کبھی واپس نہ آئیں گے اس نے سر اٹھایا۔ لینن اپنے خاص انداز میں جنگل کے سرے پر کھڑے تھے۔ اُن کے پیر ایک دوسرے سے الگ تھے جیسے وہ زمین سے اُگے ہوں، سر ایک طرف کو ذرا جھکا ہوا تھا اور انگوٹھا واسکٹ کی جیب میں تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ سن رہے ہیں، پتیوں کی سرسراہٹ یا بارش کی بوندوں کی ہموار تڑتڑاہٹ۔ پھر وہ واپس آ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زینوویف کے دماغ میں منوں نئے دلائل بھر دیں گے لیکن انہوں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور جنگل کے سرے پر پھر چلے گئے اور اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے جھونپڑے سے جنگل کی طرف اور جنگل سے جھونپڑے کی طرف۔ زینوویف تھوڑی دیر کھڑا انہیں دیکھتا رہا اور پھر جھونپڑے میں چلا گیا۔

(۱۷)

جس وقت لینن جنگل کی کھلی جگہ میں ٹہل رہے تھے کولیا مشروم (سماروغ) کی ایک ٹوکری بھری لے کر آیا۔ زینوویف نے دور سے سنا کہ لینن لڑکے سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں۔ بظاہر وہ مشروم (سماروغ) کو چھانٹ رہے تھے۔ لینن کولیا کی یافت کی بڑے جوش سے تعریف کر رہے تھے اور بلند آواز سے بولے:

"اوہو! یہ تو بڑے خوبصورت ہیں۔ اور آج رات کی بارش کے بعد کل اور خوبصورت اُگیں گے!"

کولیا نے ذرا مغموم آواز سے کہا:

"کل میں شہر جا رہا ہوں۔"

"واقعی؟ مجھے تم پر رشک ہے۔"

"میں وہاں اسکول کی کتابیں اور کاپیاں خریدنے جا رہا ہوں۔"

"اور تم واپس کب آؤ گے؟"

"تین دن میں۔ بجی مارفا میرے لئے سوٹ بنائیں گی۔"

"بہت خوب۔ مجھے تم پر اور زیادہ رشک ہے۔۔۔ اے دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے۔ یہ کم از کم پاؤ بھر وزنی ہوگا۔ اور یہ مشروم کس قسم کا ہے؟"

بارش اور تیز ہوگئی اور لینن اور کولیا جھونپڑے کی طرف بھاگے۔ دونوں اندر چلے گئے اور لیٹ کر دھرتی کے پھولوں کی باتیں کرنے لگے۔ زینوویف نے خیال کیا کہ لینن اسے چڑانے کے لئے مشروم کی باتیں کر رہے ہیں۔ مگر ان کی گفتگو جلد ختم ہوگئی۔ کولیا سو گیا۔ لینن خاموش لیٹے رہے۔ شاید انہیں بھی نیند آ رہی تھی۔

مگر لینن سو نہیں رہے تھے۔ وہ بہت بے چین تھے۔ زینوویف سے ان کی جو گفتگو ہوئی اُس سے ان کو بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے زینوویف کو پارٹی کا ایسا رفیق سمجھا تھا جو تمام اہم سیاسی مسائل میں پورے طور پر ان کا ہم خیال ہے۔ زینوویف بہت اچھا تعلیم یافتہ تھا۔ وہ محنتی تھا اور اس کی یادداشت بہت اچھی تھی اور مارکسی ادب پر کافی عبور تھا۔ اُسے ہر موقع کے مناسب اقوال یاد آ جاتے تھے۔ لینن نے خیال کیا کہ تصنیف و تالیف کے لئے تو

یہ بہت مناسب ہے لیکن سیاسی جدوجہد کے لئے جہاں فوری آزادانہ فیصلوں کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اس سے زیادہ مکاری کی بات کوئی اور نہیں ہے کہ جو شخص مقولے نقل کرے اس میں یہ صلاحیت نہ ہو کہ جس وقت پہلے پہل یہ مقولے روشنی میں آئے تھے اس کے بعد سے وقت اور حالات میں جو تبدیلیاں آچکی ہیں ان کا لحاظ کرسکے۔ مثلاً اس سے زیادہ آسان کوئی اور بات نہیں ہے کہ جارحانہ کارروائی کے وقت منظم پسپائی کی اہمیت کے متعلق قابل وثوق مقولے مل جائیں یا کسی تحریک کی پسپائی کے وقت انتہائی حد تک آگے بڑھنے کی ترغیب پر اور اس ناعاقبت اندیشی کو ایسے نفیس ترین مقولوں سے تقویت دی جائے جو حملہ آوری کے موقع کے متعلق ہوں۔ مقولے! ایک مخصوص اصولی دماغ کے حربے سے کتنا شدید نقصان پہنچانے کی صلاحیت آجاتی ہے ۔

ساری گفتگو جتنی جتنی یاد آتی تھی لینن کا غصہ بڑھتا جاتا تھا، اور انہیں سخت بے چینی تھی کہ انہوں نے اپنے ساتھی کے تذبذب اور شکوک کو نظر انداز کردیا۔ اس لیے نہ انہوں نے اُسے متاثر کرنے کی کوشش نہیں کی، اس لئے کہ اس پر انہیں بہت زیادہ بھروسہ تھا۔ اور زینوویف پر اس لئے کہ وہ اتنے دنوں خاموش رہا اور اس لئے کہ اس نے غیر مخلصی کا اظہار کیا اور اس لئے کہ معلوم ہوتا تھا اس نے صورت حال کا اندازہ اس قدر سطحی طور پر کیا۔

ان بیس برسوں میں انہیں کیسے کیسے صدمے پہنچے تھے۔ قدیم اخبار "اسکرا" میں ان کے رفیق شفیق عقلمند پلیخانوف، اہل ہنر مارتوف۔ لائق و مستعد ایکسلروڈ رحم دل اور نیک سیرت ویرا زاسولچ۔ یہ سب اب دشمن تھے۔ کٹر اور بے رحم دشمن۔

اس دلیل سے اپنے دل کو تسلی دے لینا ممکن ہے کہ یہ اس لئے دشمن ہوگئے کہ انہوں نے درمیانی طبقے کے آدھے نظریئے پر توجہ دی۔ یہ تو صحیح ہے لیکن یہ کوئی تسلی بالکل نہیں ہے۔ دوستی اور تعلق کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ لینن کو مجبوراً ان لوگوں کو اپنے سے جدا کرنا پڑا جیسے کوئی اپنے ہی جسم کا حصہ کاٹ کر پھینک دے۔ اور انہیں کتنی بڑی خوشی ہوئی تھی اور باوجود درمیانی طبقہ کے کردار اور بعض پچھلے نظریے کے تمام اصولی غور و تامل کے وہ کتنے خوش ہوئے تھے جب ان کے ساتھ سمجھوتے کا امکان پیدا ہوا تھا، خاص کر پلیخانوف اور مارتوف سے۔ لیکن موجودہ انقلاب نے ہمیشہ کے لئے انہیں مخالف بنا دیا

لینن زینوویف کے سانس کی آواز سنتے رہے اور پھر دفعتہً بے انتہا تلخی سے خیال کیا: "یقیناً یہ معاملہ اس حد تک تو نہیں پہنچے گا! کسی نے کہا ہے: قبل اس کے کہ مرغ تین بار بانگ دے ...."

انہوں نے اپنے دل میں درد آمیز سنسنی کی چبھن محسوس کی۔ وہ خاموشی سے جھونپڑے سے نکل گئے تاکہ بارش میں اپنا دماغ صاف کرلیں۔

بارش نے بہت جلد طوفان کی صورت اختیار کرلی۔ بجلی کی لپکیں بے رحمی سے وار کررہی تھیں اور جونک کی طرح وسیع آسمان کی خمیدہ محراب سے چپکی ہوئی تھیں اور لینن کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ آسمان کا خون چوس چوس کر تر و تازہ ہوتی ہیں چمکتی ہیں۔ گرتی ہیں اور پورے طور پر آسودہ ہوکر چلی جاتی ہیں اور نظر نہ آنے والی گرج میں گم ہو جاتی ہیں تاکہ پھر خون چوسیں اور چند لمحے بعد ایک دوسری جگہ چمکیں لرزتے ہوئے درخت اور جھاڑیاں ایک لمحے کے لئے

روشن ہو جاتی تھیں اور دوسرے لمحے انتہائی تاریکی میں ڈوب جاتی تھیں۔ بارش کی دھار سیدھی اور بھرپور قوت سے گر رہی تھی۔ سیسے کی طرح بھاری اور زمین پر ضرب لگا کر لاکھوں چھوٹے چھوٹے پانی کے چھینٹے پیدا کر دیتی تھی جو ہر بجلی کی چمک کے ساتھ نمایاں ہو جاتے اور معلوم ہوتا کہ جیسے دھواں ہوا سے اُڑا جاتا ہو۔

لینن پیال کے ڈھیر کا سہارا لئے ٹھٹھرے ہوئے کھڑے تھے۔ بارش کے سرد چھینٹے ان پر پڑتے تھے مگر وہ جیسے محسوس ہی نہیں کرتے تھے۔ وہ ابھی تک ان صدمات کو سوچ رہے تھے جو پارٹی کو اٹھانے پڑے۔ اب وہ ان ساتھیوں کا خیال کر رہے تھے جو گذر گئے تھے۔ انہوں نے نیکولائی یوگرے فو۔ محفیڈوسیوف کو یاد کیا جو اعلیٰ ذہانت کا نوجوان تھا اور جسے لینن اپنی جوانی میں اپنا استاد سمجھتے تھے اور روسی انقلاب کا ایک آسرا۔ وہ خولنسک میں جلاوطنی کے دوران میں ایک مایوسی کے جذبے سے بے بس ہو کر اس نے اپنے گولی مار لی تھی۔ اس وقت اس کی عمر صرف ۲۷ سال کی تھی۔ ایوان بابوشکن جو پٹرسبرگ کا ایک ممتاز ذہانت کا نیئر تھا اور جان فروش انقلابی جسے ۱۹۰۶ء کی تعزیری مہم میں گولی مار دی گئی تھی۔ ایوسیف ڈوبرو ونسکی ایک غیر معمولی فراست اور خوبی کا آدمی جس نے تروخانسک کے علاقے میں خودکشی کر لی جو اس کی آخری جلاوطنی کی جگہ تھی۔ بے حد کشش والا نیکولائی باومین پکا انقلابی لیڈر جسے بلیک ہنڈرڈ۱؎ والوں نے قتل کر دیا تھا۔ ورجلی شانتسر جو پولیس کے ایک پاگل خانے میں فوت ہو گیا۔ لائق فائق سورین اسپاندریان جس نے اپنی ایماندارانہ اور

۱؎ ایک انقلاب دشمن جماعت۔ مترجم۔

مصیبت بھری زندگی کراسنویارسک کے جیل کے اسپتال میں ختم کر دی۔ دیکاٹیرینو سلاف کا مزدور دیلو نوف جو جلاوطنی کی حالت میں دق کی بیماری میں مرا۔ بالشویکی مزدور یاکوتوف جسے اوفا کے جیل میں گولی مار دی گئی۔ اور بہت سے اور۔

ان لوگوں کو یاد کر کے لینن بہت مغموم ہوئے کہ آج فیصلے کے موقع پر یہ زندہ نہیں ہیں اور اس غم میں انہیں فوراً ہی یہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ اگر ہوتے تو ان لوگوں سے زیادہ مضبوط اور عقلمند ہوتے جو اب رہ گئے ہیں۔ رشک آمیز اور پرجوش نکتہ چینی کے جذبے میں انہیں اپنے موجودہ ساتھیوں کی خامیاں یاد آ رہی ہیں۔ ایک کو اقتدار کی حرص۔ دوسرے کی مغلوب الغضبی تیسرے میں قوت فیصلہ کا فقدان اور چوتھے کا ذہنی ہلکا پن۔ اور انہیں یہ خیال آیا کہ اقتدار حاصل کرنے پر یہ چیزیں اور زیادہ ناگوار شکل اختیار کر سکتی ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ سب سے زیادہ مشکل بات اور سب سے زیادہ شدید بات دشمنوں سے بے رحمانہ جنگ نہیں بلکہ خود اُن لوگوں سے جنگ ہوگی جو ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے ہم خیال ہیں۔ لیکن بہرحال ان سے لڑنا ہے۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ اس سے زیادہ اچھی کوئی بات نہیں ہے کہ اپنے رفیق کو اس کی غلطیوں کا قائل کیا جائے اور اُسے راہِ راست پر لایا جائے۔ نہیں، نہیں، اقتدار ان لوگوں کو خراب نہیں کر سکتا جو یہ ذہن نشین رکھیں کہ انہوں نے کس غرض سے اقتدار حاصل کیا ہے اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ جس تحریک کے پیش نظر اعلیٰ اور خوش آیند مقاصد نہ ہوں وہ بالکل ناکارہ ہے۔ نہیں، نہیں۔ بالشویکوں کے طبقے میں بقول ہرزن کے

"انسانوں کا ایک نیا قبیلہ" ایسا پیدا ہو گیا ہے جو بڑی بڑی قربانیوں کی اہلیت رکھتا ہے اور جو اپنی شخصیت کو مزدور طبقہ کے مقاصد اور حوصلوں میں گم کر سکتا ہے۔ اور ہر کم ظرفی اور خود غرضی سے سب کی مدد کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور خود اپنے اندر کی بھی ان برائیوں سے جنگ کرتا ہے۔

عین اس وقت بجلی کی ایک چمک میں لینن۔ جھونپڑے کے دروازے کے پاس کولیا نظر آیا۔ وہ ابھی پورے طور پر بیدار نہیں ہوا تھا اور اپنی آنکھیں مل رہا تھا۔ اسے ابھی تک اس بات کا احساس نہیں ہوا تھا کہ کس بات سے اس کی آنکھ کھل گئی اور اس کے گرد و پیش کیا ہو رہا تھا۔ بظاہر وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ جب اس نے سمجھا کہ وہ جاگ رہا ہے تو وہ مضحکہ خیز طور پر خوفزدہ ہو گیا۔ وہ منہ کھول کر آنکھیں کھولنے موندنے لگا۔ رات کی ہولناکی اور پُراسراری کا اثر دیر تک اس پر طاری رہا اور بجلی کی ایک چمک میں لینن نے اس کا خوفزدہ اور متحیر چہرہ دیکھا۔ کسی نہ کسی وجہ سے لڑکے کو دیکھ کر لینن کو سکون ملا اور اس کے مضحکہ خیز خوفزدہ چہرے سے انہیں گونہ مسرت ہوئی۔ اب انہوں نے اپنے کو پیاری زمین پر محسوس کیا اور اس زمین کے افکار اور واقعات ذہن میں آ گئے۔

بارش تھم گئی لینن نے آنکھیں بند کیں اور ایک دو منٹ تک بالکل خاموش کھڑے رہے۔ پھر ایک گہری ٹھنڈی سانس لی اور ہاتھ سے اپنے چہرے سے پانی پونچھا، گویا اسی کے ساتھ انہوں نے اپنی غمگینی بھی پونچھ ڈالی۔ تقریباً مسرت آمیز لہجے میں انہوں نے آہستہ سے کہا:

"کولیا؟"

لڑکا چوکنا ہو گیا۔

"کون ہے؟"

"ٹریف"

"کون ہے؟"

"ٹریف، پولیس کا کتا"

کولیا نے قہقہہ لگایا اور اندھیرے میں اپنا سر بارش میں باہر نکالا پھر وہ چھلانگ مار کر جھونپڑے سے باہر آ گیا۔

"کہاں جا رہے ہو! بارش میں تر بتر ہو جاؤ گے"

انہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور ذرا دیر خاموش کھڑے رہے۔ کولیا کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ لینن کے دماغ میں یہ خیال کیسے آیا کہ باہر طوفانی بارش میں کھڑے ہوں۔ ایک مبہم بلکہ عجیب خیال اس کے ذہن میں آیا کہ انقلاب کے لیڈر کے لئے شاید یہ کسی طرح مناسب ہے کہ وہ بجلی کی چمک میں اکیلا کھڑا ہو جائے۔ اور یہ کہ طوفانِ برق و باراں کے درمیان بہ نسبت معمولی آدمی کے اُسے زیادہ سکون ملتا ہو۔ لیکن لینن نے گویا جان بوجھ کر کولیا کے ذہن میں آئے ہوئے خیال کو رد کر دیا اور کہا:

"اوہو، میں تو اس طرح کانپ رہا ہوں کہ دانت قابو میں نہیں ہیں۔ چلو دونوں جھونپڑے میں چل کر کمبل اوڑھ لیں"

(۱۸)

زینوویف نے بارش کا شور، بادلوں کی گرج اور لینن کی کویا سے گفتگو سُنی۔ اُسے معلوم تھا کہ جو لوگ اہم مسائل میں لینن کے مخالف ہوتے ہیں ان سے وہ کس طرح قطعی طور پر تعلق توڑ لیتے ہیں اور وہ اپنی تنہائی کے دل شکن احساس سے جکڑ گیا۔

لینن اس کے برابر لیٹے ہوئے بارش اور بھیگی ہوئی گھاس کی خوشبو لے رہے تھے۔ زینوویف ان سے باتیں کرنا چاہتا تھا مگر ہمت نہ ہوئی۔ اُسے اپنے نقطۂ نظر کی صحت پر یقین تھا اور یہ افسوس تھا کہ لینن کو وہ قائل نہ کر سکا۔ لینن کے ہموار تنفس نے اس کے دل میں عناد جیسی کیفیت پیدا کی۔ اس نے اپنے ہونٹ کٹکٹا کر جی میں کہا: "انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میرا خیال صحیح ہے مگر وقت گذرنے کے بعد۔"

زینوویف کو جلد ہی گہری نیند آ گئی۔ بڑی دیر میں وہ بیدار ہوا۔ آنکھ جھپکتے ہی اسے پچھلی رات کے واقعات یاد آ گئے اور وہ پھر فکر میں گرفتار رہا۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے وہ اس مبہم دنیا کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ آخر کار اس نے نصف آنکھیں کھولیں۔ لینن جھونپڑے میں دروازے کی طرف سرکتے ہوئے لیٹے تھے اور گھور رہے تھے۔ جھونپڑے کے دروازے سے بارش کے زاویے نظر آتے تھے۔ اب تیز بارش نہیں تھی بلکہ ترشح تھا جو معلوم ہوتا تھا کہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

جھونپڑے میں بارش اور پودینے کی بو بسی تھی۔

کویا غائب تھا۔ شاید وہ جھیل پار کر کے پیٹروگراد جا رہا ہے۔

لینن نے حسبِ معمول بلا ہاتھ روکے ہوئے پوچھا:

"جاگ گئے؟ ہمارے چاروں طرف سیلاب کا منظر ہے۔"

انہوں نے اور کچھ نہیں کہا بلکہ پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ قلم چلاتے رہے۔ زینوویف کو یہ قلم کی جنبش بھی معنی خیز معلوم ہوئی۔ پھر خاموشی ہو گئی۔

جب یمیلیا لوٹ آیا تو لینن ایک دم سے اٹھ کھڑے ہوئے اور تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ یمیلیا لوٹ پر سکون اور خوش معلوم ہوتا تھا۔ وہ کھل کر مسکرایا اور سیلاب سے بھری ہوئی کھلی جگہ، پیال کے ڈھیر اور پُر غم تاریک اور بیزار آسمان کی طرف مالکانہ انداز سے نظر ڈالی۔ اُسے لینن کی صحبت سے دور رہنے پر افسوس ہوا۔ اور اُسے یہ پریشانی تھی کہ خراب موسم اور سردی و فلو بڑھ جانے سے ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔

سب سے پہلے اس نے سوال کیا: "کیا جھونپڑا ٹپک رہا ہے؟"

اور پھر کوئی اور لفظ کہے بغیر اس نے کلہاڑی اٹھائی اور شاخیں کاٹ کاٹ کر جھونپڑے کی چھت پر مزید تہ جمانے میں مصروف ہو گیا جس خاموشی سے وہ کام کر رہا تھا اس سے لینن کو خوشی ہوئی اور پھر جب وہ بولے تو اُن کے لہجے میں ذرا افسوس تھا۔

"ہمیں اپنے قیام کی جگہ بدلنا ہوگا۔ موسم کی خرابی انسانوں کا تو کچھ نہیں بگاڑتی لیکن کاغذات ..... میری تمام نوٹ بکیں بھیگ گئی ہیں۔"

یملیانوف کلہاڑی ہاتھ میں لئے کھڑا رہا اور صاف مغموم معلوم ہوتا تھا۔

اُس نے کہا: "ہاں، یہ ٹھیک ہے۔۔۔۔"

اسی دن شام کو سرپورا اپنے ساتھ شاٹ مین کو جھونپڑے میں لایا۔

سردی سے کانپتے ہوئے اور اپنی بے فریم کی عینک کو وقتاً فوقتاً پونچھتے ہوئے شاٹ مین نے کہا: "بس ہو چکا۔ اب آپ بالکل یہاں نہیں رہ سکتے۔"

ایک ہفتہ پہلے یملیانوف نے جس کارخانے میں وہ کام کرتا تھا وہاں سے چند شناخت کے کارڈ حاصل کر لئے تھے۔ لینن نے مزدور کونستانتین ایوانوف کے نام کا کارڈ چن لیا۔ اب صرف یہ کام رہ گیا تھا کہ لینن کی تصویر لی جائے اور اُسے اصلی ایوانوف کی تصویر کی جگہ چپکا دیا جائے اور ایک آدھی کٹی ہوئی مہر کی چھاپ لگا دی جائے۔ یہ سارا انتظام شاٹ مین کے ذمہ تھا۔

اس نے کہا: "یہ تجویز ہوئی ہے کہ آپ کو فن لینڈ روانہ کر دیا جائے۔ کامریڈ زینوویف چاہیں تو آپ کے ساتھ جائیں یا لیسنوی چلے جائیں جہاں ایک مناسب خفیہ مکان موجود ہے۔"

زینوویف کھسکتا ہوا جھونپڑے کے باہر آیا اور کہا:

"میں لیسنوی جاؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ میں پیٹروگراڈ کے قریب رہ کر زیادہ کارآمد ہوں گا۔ مزید براں عارضی حکومت کو میری اس قدر فکر نہیں ہے جتنی لینن کی۔ تو یہ طے ہو گیا۔" وہ اس کا منتظر رہا کہ لینن کچھ کہیں لیکن لینن ساتھیوں کے کاموں کی فہرست لکھ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اب وہ جنگل میں نہیں ہیں بلکہ کسی نئی روپوشی کی جگہ پر فن لینڈ میں پہنچ چکے ہیں۔

زینوویف نے پھر کہا: "الیگزینڈر اسلیبووچ، میرا خیال ہے کہ مجھے آج ہی چلا جانا چاہئے۔" وہ کہہ تو شاٹ مین سے رہا تھا مگر اس کی نظر لینن پر تھی۔

لینن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ لکھتے رہے۔

"۔۔۔۔روٹی۔

ہلسنگفارس کا نقشہ۔

گوند کی چھوٹی بوتل۔

سوئی اور کالا تاگا۔

لفافے۔

ایس۔ ڈی میگزین ۴۷

قلمتراش چاقو۔

نیلی اور سرخ پنسلیں۔

قلم۔

سیاسی صورت حال پر میرا مقالہ۔ دکانگریس کے لئے

سویڈش اور فنش زبان کی ڈکشنریاں۔۔۔"

سب مل کر زینوویف کا سامان باندھنے لگے۔ لینن بہت خوش تھے اور مذاق کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا: "ہم نے سب کپڑے گڈمڈ کر دیئے ہیں، معلوم نہیں کون تمہارے ہیں اور کون میرے۔ زلاتا آیونوونا تم سے ناراض ہوگی۔۔"

"اور آپ سے نادژدا کونستانتی نونا؟"

وہ نہیں ناراض ہوں گی۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ اس دنیا سے الگ ہیں۔ ... بہر حال میرے خیال میں تمہارے کپڑے میرے کپڑوں سے اچھے ہیں۔ کیوں؟ مگر دوسروں کی چیز ہمیشہ اچھی معلوم ہوتی ہیں ... "

زینوویف نے منہ بنایا۔ اس نے محسوس کیا کہ لینن سنجیدگی سے گفتگو نہیں کرنا چاہتے ہیں۔

یمیلیانوف اور سرپورا سامان لے کر کشتی پر چلے گئے شام ہو جانے پر زینوویف شاٹ مین کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا۔ لینن نے زینوویف سے ہاتھ ملایا اور کہا:

"اپنا خیال رکھنا، گرگوری۔ معلوم نہیں ہم پھر کب ملیں۔ مجھے امید ہے کہ جلد ملیں گے اور کامل اتفاق کے ساتھ۔"

زینوویف نے لرزتی ہوئی آواز میں تیزی سے کہا:

"ہاں، بیشک، بیشک!"

لینن نے نظر اٹھائی اور مسرت بھری نگاہ سے اسے دیکھا لیکن زینوویف ان کے مصالحانہ لہجے پر جھنجھلا رہا تھا اور دل برداشتہ ہو کر اپنے جی میں کہا:۔ کیا میں پھر ان کے سامنے پیچھے ہٹ رہا ہوں! بجائے اس کے کہ میں مضبوط ہو کر اس انتہا پسندی کے خلاف جدوجہد کروں جو پارٹی کے لئے تباہ کن ہوگی۔ مگر ایک بار پھر لینن کی قوت ارادی اور ان کے سحر کے سامنے جھک رہا ہوں۔ نہیں، مجھے کوئی حق نہیں ہے۔

اور پھر اس نے منہ سکھا کر کہا۔

"ہمیں بھی امید رکھنا چاہیے۔"

لینن نے کچھ نہیں کہا مگر ان کا چہرہ مرجھا گیا۔ پھر بھی وہ مسافروں کے ساتھ ساحل تک گئے، اور جب کشتی آگے نکل گئی تو وہ دیر تک اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے اور کبھی کبھی سر ہلا دیتے تھے۔ موسم خراب تھا۔ تیز ہوا چل رہی تھی اور کشتی کبھی جھاگ کی لہروں پر اوپر اٹھتی تھی اور کبھی ڈوب کر نظر سے اوجھل ہو جاتی تھی۔ ذرا دیر میں وہ تاریکی میں گم ہو گئی۔

لینن نے یمیلیانوف کی طرف منہ کر کے کہا جو ان کے پاس ہی ساحل پر کھڑا تھا۔ "دیکھو، دیکھو، کشتیاں تیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں اور زندگی اپنی راہ پر چلتی رہتی ہے۔" پھر انہوں نے کہا۔ کیا اب ہم چل کر آگ جلائیں؟"

یمیلیانوف نے خوش مزاجی سے کہا: "ہاں، چلئے۔" اس کے چہرے سے یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے اس بات پر توجہ کی کہ لینن کس طرح اپنے پوشیدہ خیالات کو کیمپ کے حالات کی روزمرہ کی گفتگو میں ڈھال لیتے ہیں۔ وہ کم آمیز مزاج کا آدمی تھا اور اپنے جی کی بات علانیہ نہیں کہتا تھا لیکن وہ کسی حد تک سمجھتا تھا کہ گذشتہ چند دنوں سے لینن اور زینوویف کے تعلقات میں کچھ پیچیدگی سی پیدا ہو گئی ہے اور اپنے جی ہی میں لینن کی ناراضی اور مایوسی کی ہمنوائی کر رہا تھا۔

دوسرے دن غروب آفتاب کے بعد ڈیمٹری ایلچ لیش چنکو ایک کیمرہ لے آیا۔ وہ پرانا پارٹی کا ساتھی تھا۔ جس نے کچھ دنوں "زوزدا" اور "پراودا" میں کام کیا تھا اور اب کروپسکایا کے ساتھ وائیبورگ ضلع کونسل

کے کلچرل اور تعلیمی کمیشن میں کام کر رہا تھا۔

رات کو وہ دیر تک پٹیرو گراڈ کے حالات پر باتیں کرتے رہے اور کروپسکایا کے متعلق اور وونا چرسکی کے متعلق جو لیش جنکو کے مکان میں مقیم تھا اور وہیں سے گرفتار ہو گیا تھا۔

سورج نکلنے پر ذرا دیر کی نیند کے بعد لینن نے لیش جنکو کو جگایا اور بے تابی سے کہا:

"آؤ اب میری تصویر لے لو۔"

انہوں نے اپنا بالوں کا کنٹوپ اور ٹوپی پہن لی تھی۔ لیش جنکو نے دھندلے آسمان کی طرف دیکھ کر سر ہلایا۔ روشنی بہت کم تھی۔ پھر بھی وہ تصویر لینے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے پاس تپائی نہ تھی اور کیمرہ ہاتھ میں لے کر اسے لینن کے سر اور بازو کا عکس لینا بالکل ناممکن معلوم ہوا۔

لینن نے کہا: "شاید یہ بہتر ہوگا کہ میں بیٹھ جاؤں۔"

"بہت اچھا خیال ہے۔"

لینن بغیر کچھ کہے ہوئے پالتی مار کر بیٹھ گئے اور بے صبری سے انتظار کرنے لگے کہ لیش جنکو تصویر لے لے۔ اس کے بعد وہ لیش جنکو کے ساتھ کشتی پر گئے اور چلتے وقت ذرا پریشان ہو کر کہا:

مہربانی کر کے ندزدا کو نشانی فوٹو نا سے یہ سب نہ بتانا۔ یعنی اون، اوں، برا ماحول.... سیلن، پیال کا بھیگا ہوا ڈھیر وغیرہ وغیرہ۔ سمجھ گئے؟ ان سے سب اچھی باتیں کہنا۔ آرام۔ خشکی۔ یاد رکھنا، خیال رہے۔

دو دن بعد شناخت کا کارڈ تیار ہو گیا۔ لینن نے اسے خوب غور سے دیکھا اور پسند کیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ اس سے ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکے گا۔

بالآخر روانگی کا دن آگیا۔ لینن اور ییلیا نوف شاٹ مین کا انتظار کر رہے تھے جسے کسی وجہ سے دیر ہو گئی تھی۔ دفعتاً انہوں نے جنگل سے جرواہا کی سیٹی کی آواز سنی۔ جیسی سر یوبا نے بجائی تھی جو کو یا کی جگہ دیکھ بھال کا کام کرتا تھا۔ لینن نے خیال کیا کہ شاٹ مین آرہا ہے اور اس سے ملنے کے لیے وہ آگے بڑھے۔ لیکن بجائے شاٹ مین کے انہوں نے ایک اجنبی کو جنگل کے سرے پر دیکھا۔ ایک شخص مزدوروں کے لباس میں جس کے پیچھے ذرا دیر کے بعد ایک لڑکا بھی آگیا۔ لینن رک گئے اور پھر آہستہ آہستہ جھونپڑے کی طرف واپس آگئے۔ ییلیا نوف کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ لیکن فوراً ہی مطمئن ہو کر اطمینان کی سانس لی۔ اس نے پہچان لیا کہ وہ رسولوف اور اس کا لڑکا وشیا ہیں۔

رسولوف نے ایک طائرانہ نظر پیال کے ڈھیر پر ڈالی اور پھر لینن کو دیکھا جو جھونپڑے کے پاس اکڑوں بیٹھے تھے۔ اور پھر ییلیا نوف کو سلام کر کے کہا۔ "تم نے تو کافی پیال جمع کر لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب کٹائی ختم کر دی ہے۔"

ییلیا نوف نے مبہم طور پر کہا۔ "ہاں، قریب قریب۔"

"کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا فنلینڈ کا آدمی ایک دو دن کے لیے میرے ساتھ آکر کام کرے؟ میں اکیلا نہیں کر پاتا، میری طبیعت اچھی نہیں ہے اور وشیا ابھی اتنا مضبوط نہیں ہے۔"

ییلیا نوف کوشش کے باوجود اپنی مسکراہٹ ضبط نہ کر سکا۔

اس نے جواب دیا: "وہ نہیں جائیں گے۔"

"شاید وہ مان جائیں۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ وہ نہیں جائیں گے۔"

"کیا وہ ہماری زبان سمجھتے ہیں؟"

بیلیانوف نے کنکھیوں سے لینن کی طرف دیکھا، وہ مُنا ہوا چہرہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اُن کی آنکھیں غائب ہو گئی تھیں اور صرف بے حس بے جان سی لکیریں معلوم ہوتی تھیں۔

بیلیانوف نے کہا: "نہیں، وہ صرف اپنی زبان جانتے ہیں۔ مجھے تھوڑی سی فینش آتی ہے اس لئے ہم کام چلا لیتے ہیں۔" اب اس نے اپنے اوسان درست کر لئے تھے اور آزادی سے بولنے لگا "نہیں، وہ نہیں جائیں گے کہنا بیکار ہے۔ میں نے خود اُن سے ساحل پر گھاس کاٹنے کے لئے کہا، مگر وہ یہ کام نہیں کرنا چاہتے انہیں گھر جانے کی جلدی ہے۔ وہاں کچھ ناگواری ہو گئی ہے۔"

رسوولف نے ٹھنڈی سانس لی، بڑبڑایا اور وٹیا کو ساتھ لے کر چلا گیا۔

جب تک اُن کے قدموں کی چاپ بالکل گم نہیں ہو گئی اور ایک منٹ اس کے بعد تک بھی لینن نے جنبش نہیں کی۔ پھر وہ جلدی سے اُٹھے اور قہقہہ لگایا۔ ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

انہوں نے کہا: "نکولائی الیگزینڈرووچ، تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے مزدوری پر نہیں لگایا۔"

بیلیانوف نے ہنس کر کہا: "کوئی نفع کی بات نہ تھی۔"

اس واقعہ پر دونوں دیر تک ہنستے رہے اور شاٹمین کے آجانے پر ہی انہوں نے سنجیدگی کی شکل اختیار کی۔ شاٹمین کو جو ذمہ داری سپرد کی گئی تھی اُس سے وہ سخت مضطرب تھا اور اُسے سخت حیرت ہوئی کہ لینن اس وقت جبکہ وہ انتہائی خطرناک سفر کے لئے تیار ہیں لینن کو ہنسی کیسے آ رہی ہے۔

شاٹمین تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ ایک پستہ قد مضبوط جسم کا فنلینڈ کا آدمی تھا۔ لینن نے اس سے اپنا تعارف آیوانوف کے نام سے کرایا۔

فن نے ہونٹ کو ہلائے بغیر کہا: "راہ جا"

بیلیانوف اور سریوریا لینن کا سامان لے کر کشتی پر گئے۔ وہاں سے بیلیانوف تنہا واپس آیا۔ سریوریا سامان کشتی پر لے کر جھیل کے اس پار گیا۔

قبل اس کے کہ بیلیانوف اور شاٹمین فنلینڈ کی ریلوے لائن کے راستے کا انتظام مکمل کر سکیں، تاریکی چھا گئی۔

بیلیانوف نے پُرہیبت لہجے میں کہا: "اچھا جیسا لوگ کہتے ہیں، سفر بسلامت اب ہم چلیں گے، ولادیمیر ایلیچ۔"

بیلیانوف آگے آگے چلا۔ اس کے پیچھے راہوجا، لینن اور شاٹمین دونوں کے پیچھے تھے۔

کولیا کو نذرانی کے ہمراہ پیٹروگراڈ سے ابھی آیا تھا گھر پہنچنے پر اس نے ننھے بچوں کے سوا کسی کو نہ پایا۔ اُس کی ماں کسی کام سے باہر چلی گئی تھی۔ کولیا نے ایک منٹ تک سوچا، کتابیں اور کاپیاں اُلٹ پلٹ کر دیکھیں جو پیٹروگراڈ میں خریدی گئی تھیں اور پھر کشتی پر سوار ہو کر جھیل پر روانہ ہو گیا۔ وہ اور سریوریا ایک دوسرے سے نہ مل سکے۔

جھیل کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر کولیا نے ساحل پر جست لگائی اور قریب قریب دوڑتا ہوا جھونپڑے پر پہنچا تو اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ مانوس چراگاہ خاموش اور

سنسان تھی۔ چاروں طرف ویرانی چھائی تھی، بجھی ہوئی آگ کی راکھ میں پتیلی رکھنے کی
لوہے کی سلاخ بے طرف کی ہوئی پڑی تھی۔ جھونپڑے میں نہ تختے تھے نہ کمبل۔ کچھ بھی نہ تھا۔ پیال
کی خالی جگہیں سرد پڑی تھیں۔ پہلے تو گویا خوف سے سرد پڑ گیا۔ اسے خیال گزرا کہ لینن کا سراغ
مل گیا اور وہ گرفتار ہو گئے۔ پھر پیال کے نیچے ایک مانوس جگہ پر اس نے اخبارات کا ڈھیر دیکھا
مزید براں پیال کا ڈھیر اور جھونپڑا بالکل سالم تھے۔ تب اس نے سمجھا کہ لینن چلے گئے۔

گردوپیش کی ہر چیز لاوارث تھی جیسے جو دن یہاں گزرے تھے وہ ایک خواب تھا اور حیرت انگیز
خواب جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ تھی۔ نہ لینن تھے نہ آگ کے پاس کی خوشگوار راتیں۔ نہ چڑیوں
کی آواز جیسی سیٹی نہ جنگل میں دیکھ بھال۔ نہ کولیا کی پڑھائی کی نگرانی کا وعدہ۔ کچھ بھی نہیں۔ وہ
چلے گئے۔ انہوں نے خدا حافظ بھی نہیں کہا۔ انہوں نے اس سے چال چلی۔ کولیا نے اپنی کتابوں پر
نظر ڈالی اور ایک تلخ آہ گھونٹ کر پی گیا۔ پھر اس کا غصہ فرو ہوا لیکن رنج کا احساس باقی رہا۔
جو اس کے ننھے سے دل پر بہت گراں تھا۔ وہ بجھی ہوئی آگ کے پاس دیر تک بیٹھا رہا پھر اٹھ
کھڑا ہوا اور دھیرے دھیرے جھیل کی طرف واپس ہوا۔ اور اپنی اسی پرانی زندگی کی طرف
جو اب سونی اور غیر دلچسپ ہو گئی تھی۔

اس وقت تک لینن اور ان کے ساتھی بہت دور پہنچ چکے تھے۔

تھوڑی دیر ایک گھوڑا گاڑی کے راستہ پر چل کر وہ مڑے اور ایک ڈگر پکڑ لیا۔ راستے
میں ایک چھوٹی سی ندی حائل تھی۔ یمیلیانوف چکر کاٹ کر پار کرنا چاہتا تھا لیکن لینن نے بغیر
پس و پیش کے کپڑے اتارے اور پایاب دریا سے گزرنے لگے۔ ان کے پیچھے پیچھے اور لوگ بھی
چلے۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بڑے سے دلدل پر پہنچے اور اس کا چکر کاٹا اور پھر اچانک وہ سڑتی
ہوئی جھاڑیوں کی آگ میں پھنس گئے۔ ان کے چاروں طرف جھاڑیاں سلگ رہی تھیں اور

دھوئیں سے ان کی آنکھوں میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔ آگ ان کے پیروں تلے سلگ رہی
تھی۔ بالآخر یمیلیانوف نے ایک ڈگر معلوم کر لیا۔ اس کے بعد اور آدھ گھنٹے تک وہ اندھیرے
میں چکراتے رہے اور پھر انہوں نے دور سے ایک ریل کے انجن کی سیٹی سنی۔

یمیلیانوف نے پشیمانی کے لہجے میں کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں پہنچ گئے"۔

لینن نے تینوں کو طعنہ دیتے ہوئے کہا: "تم سب بڑے بچے ہو۔ تمہارا فوجی نقشہ
کہاں ہے، تم نے راستہ اچھی طرح کیوں نہ جانچ لیا! ایسی صورت جنگ میں شکست کھانے کی ہوتی ہے"۔
"راہ جانے" اندھیرے میں دبی ہوئی مضمحل آواز سے کہا: "ہم جان جائیں گے کامریڈ
آیرانوف؟ سارے راستے میں وہ اب پہلی مرتبہ بولا تھا۔

لینن نے پررعب آواز سے کہا: "جلد معلوم کرو۔ وقت بہت قیمتی ہے"۔

یمیلیانوف اور راہ جا اسٹیشن کی دیکھ بھال کے لئے روانہ ہو گئے۔ لینن اور شاٹمین
ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ تاریک اندھیری رات تھی وقت مشکل سے گزر رہا تھا۔ لینن
نے اپنے کوٹ کی جیب میں نیلی نوٹ بک کو ٹٹولا۔

انہوں نے مسکرا کر اپنے جی میں کہا: "میری نیلی نوٹ بک۔ یہ موجود ہے۔ جب چاہتا ہوں
کہ اپنا پمفلٹ جلد مکمل کروں۔ مگر کیا یہ ہو سکے گا؟ دیکھنا ہے کہ اسٹیشن پر اور ریل پہنچنے
تک راستے کے اور مقاموں پر کیا گزرتی ہے۔ کتنے ہی ٹھکانے ابھی ہوں گے، کتنے ہی اور۔

جب یمیلیانوف اور راہ جا واپس آئے اور اطلاع دی کہ قریب کا اسٹیشن ڈیبوفی
ہے نہ کہ لیواشوو جیسا کہ انہیں خیال تھا تو شاٹ مین کو خوف کی جھرجھری محسوس ہوئی۔
ڈیبوفی فنلینڈ کی سرحد سے صرف سات کیلومیٹر پر واقع ہے۔ یہاں ممکن ہے سرحد کی دیکھ بھال
کرنے والوں سے ان کا سامنا ہو جائے۔ لیکن اب اور کچھ ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ اسٹیشن کی طرف

چلے۔ دور سے انہوں نے اسٹیشن کی روشنی کی جھلک دیکھی۔ لینن نے آنکھیں دبا کر دیکھا اور کچھ دیر تک دھندلی روشنی کو گھورتے رہے۔ پھر خلافِ توقع انہوں نے رفتار تیز کر دی اور یمیلیانوف کے پاس پہنچ کر اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

انہوں نے کہا: "اچھا، نیکولائی الیگزینڈروویچ، اسٹیشن پر نہ جانے کیا کچھ ہو جائے اس لئے ادھر دیکھو، نادزدا کونستانتی نووناکو میرا بہت بہت مؤدب سلام پہنچا دینا۔ اور اپنے لڑکوں کو خاص کر کولیا کو دعا کہنا۔"

"میں ضرور تعمیل کروں گا۔ شکریہ۔"

"تم نے اور تمہاری بیوی نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا میں بہت احسان مند ہوں۔ میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے۔ مجھے ہمدردی سے یاد کرنا۔"

"اس کے اظہار کی ضرورت نہیں، ولادیمیر ایلیچ، بالکل ضرورت نہیں۔ ہم نے سچے دل سے..."

"اوہ، یہ بہت خوب ہے۔ لیکن ذرا یہ بھی سنو میرے پاس خرچ بہت کم ہے۔ میری بیوی نادزدا کونستانتی نووناکو معلوم ہے.... وہ جلد سے جلد تمہارے اخراجات کا حساب کر دے گی۔"

"میں یہ نہیں سننا چاہتا، ولادیمیر ایلیچ۔ مجھے یہ سن کر تکلیف ہوتی ہے۔ واقعی تکلیف ہوتی ہے۔"

"یہ نہ کہو، تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔ جبکہ تم اتنے دولتمند نہیں ہو کہ پناہ گزیں انقلابیوں کی پرورش کر سکو۔ ہا! دیکھو میں بھول نہ جاؤں۔ انگیزی کے بارے میں تمہیں یاد ہے۔ وہی جو بیمار پڑنے والا تھا... اس سے بغض نہ رکھنا۔ کسی کی غلطیوں پر اس کے ساتھ سختی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے آپ سمجھ جائے گا۔ واقعات۔ انقلابی تجربے

اسے سمجھانے میں معاون ہوں گے۔ اس لئے اس سے کوئی کینہ نہ رکھنا۔"

"بہت اچھا، ولادیمیر ایلیچ۔"

"دیکھو، میں اپنے ساتھیوں کو خوب جانتا ہوں، وہ جلاوطن اسے تنگ کریں گے۔ اس لئے مہربانی کر کے اسے بھولنا۔

"بہت اچھا، ولادیمیر ایلیچ۔ میں یاد رکھوں گا۔"

"اچھا بس یہی کہنا تھا۔ اور تمہارا شکریہ۔"

اس گفتگو کا یمیلیانوف پر بہت گہرا اثر ہوا اور اس نے نہ معلوم کیوں اپنے دل میں سرور محسوس کیا۔ البتہ بعد کو اس کی سمجھ میں آیا کہ معاملہ محض اتنا نہ تھا کہ لینن دوسرے لوگوں کے بارے میں اذکی حس واقع ہوئے ہیں، اور نہ وہ حالات جنہیں لینن نے اس احساس کو ظاہر کیا۔ بلکہ بات یہ بھی کہ اس سے لینن کا بے پایاں اعتماد ظاہر ہوتا تھا کہ حالات ایسا پلٹا کھائیں گے کہ انگیزی کو سمجھ آ جائے گی اور وہ اپنی غلطی کے احساس پر مجبور ہو جائے گا۔ شاید اسی وقت یمیلیانوف کو بھی پورا پورا اندازہ ہوا کہ مزدوروں کا انقلاب بہت ہی نزدیک ہے۔ شاید اسی وقت اسے یہ بھی بخوبی اندازہ ہوا کہ رازلیف میں جس شخص کو اس نے چھپا رکھا تھا وہ کس قسم کا انسان ہے۔

اسی اثنا میں اسٹیشن کی روشنیاں قریب آ گئیں۔ لینن نے ٹھہر کر شاٹمین کا انتظار کیا۔ پھر وہ اپنی پہلی سی ترتیب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یمیلیانوف اور راہ جاتے آگے آگے اور شاٹمین اور لینن ان کے پیچھے۔

اُسے سمجھانے میں معاون ہوں گے۔ اس لئے اس سے کوئی کینہ نہ رکھنا۔"

"بہت اچھا، ولادیمیر ایلیچ۔"

"دیکھو، میں اپنے ساتھیوں کو خوب جانتا ہوں، وہ بلاوجہ اسے تنگ کریں گے۔ اس لئے مہربانی کرکے اسے سمجھانا۔"

"بہت اچھا، ولادیمیر ایلیچ۔ میں یاد رکھوں گا۔"

"اچھا بس یہی کہنا تھا۔ اور تمہارا شکریہ۔"

اس گفتگو کا ییلیا لوف پر بہت گہرا اثر ہوا اور اس نے نہ معلوم کیوں اپنے دل میں سرور محسوس کیا۔ البتہ بعد کو اس کی سمجھ میں آیا کہ معاملہ محض اتنا نہ تھا کہ لینن دوسرے لوگوں کے بارے میں نازک حس واقع ہوئے ہیں، ورنہ وہ حالات جنھیں لینن نے اس احتیاط کو ظاہر کیا۔ بلکہ بات یہ بھی کہ اس سے لینن کا بے پایاں اعتماد ظاہر ہوتا تھا کہ حالات ایسا پلٹا کھائیں گے کہ انگیزی کو سمجھ آجائے گی اور وہ اپنی غلطی کے احساس پر مجبور ہو جائے گا۔ شاید اسی وقت ییلیا لوف کو بھی پورا پورا اندازہ ہوا کہ مزدوروں کا انقلاب بہت ہی نزدیک ہے۔ شاید اسی وقت اسے یہ بھی بخوبی اندازہ ہوا کہ رازلیف میں جس شخص کو اس نے چھپا رکھا تھا وہ کس قسم کا انسان ہے۔

اس اثنا میں اسٹیشن کی روشنیاں قریب آگئیں۔ لینن نے ٹھہر کر شاٹمین کا انتظار کیا۔ پھر وہ اپنی پہلی سی ترتیب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ییلیا لوف اور راہجا آگے آگے اور شاٹمین اور لینن ان کے پیچھے۔